

محتاج ہوتے ہیں، زیر تبصرہ کتاب اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر لکھی گئی ہے، اسکے دوسرے حصے میں پہلے حصہ میں یہ مباحث ہیں، معمولی حمل، حاملہ کی عام احتیاط، حمل کی خرابیاں، حمل کا گرجانا، اور بچہ کا مردہ پیدا ہونا، زچہ خانہ کا انتظام، زچہ کی خبر گیری، زچہ کا بخار، اور اسکے روکنے کی تدبیریں، دوسرے حصہ میں حسب ذیل مضامین ہیں، بچے کے سطح بڑھتے ہیں، بچے کی خبر گیری، بچے کو دودھ پلانا، بچے یا ادھر سے بچے، بچے کی معمولی بیماریاں، اصل کتاب انگریزی زبان میں ہے جسکو سید اطہر علی، ایم، اے، منشی فاضل نے انجمن بیہودی مادران دیپکان ہند کے لئے ترجمہ کیا، اور باہتمام لالہ ٹھاکر داس اینڈ سنز دہلی پرنٹنگ ورس دہلی میں چھپکر شائع ہوئی، تقطیع چھوٹی، صفحہ ۹۸، کاغذ سفید، لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت ۱۲/-

حضرت ادیس قرنی، حضرت ادیس قرنی رضی اللہ عنہ کی سوانحری، غالباً پیش نظر رسالہ اس سلسلہ کی پہلی کڑی ہے، جس میں تہیدی بیانات، حضرت ادیس کے خاندان کے ابتدائی حالات، اور ان کے قبول اسلام تک کے مباحث درج ہیں، تاریخی و تنقیدی بیانات خاص طور سے قابل غور ہیں، تاہم رسالہ دیکھیوں سے خالی نہیں، اور باب محبت کے لئے ایک نمونہ شوق ہے جسکو سن کر ہر شخص سجان اللہ و ماشاء اللہ کی صدا بلند کرنے پر مجبور ہوگا، مرتبہ مولانا مناظر احسن صاحب گیلانوی دیوبندی، صفحہ ۶۴، کاغذ سفید، لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت ۵/-، علاوہ محصول ڈاک، پتہ: محمد عبدالرحمن کتب خانہ قادریہ موجی بازار، نمبر ۹۴ مسکرینگلور۔

تحریم شراب، موجودہ زمانہ میں ملک و قوم نے ترک مسکرات کی طرف جو قدم اٹھایا ہے، بین امید ہے کہ اس رفتار کو پیش نظر رسالہ اور زیادہ تیز کر دیگا، مولانا عبدالسلام ندوی نے خاص اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر اسکو تحریر فرمایا ہے، اور اس میں مذہبی، معاشرتی، اخلاقی اور طبی حیثیت سے شراب کے نقصانات دکھائے ہیں، صفحہ ۲۲، قیمت ۳/- مع محصول ڈاک، پتہ: دارالافتاء، ممبئی۔

مضامین

شذرات

۳۳۱ - ۳۳۲

مسئلہ ارتقا و حکماء اسلام

۳۳۳ - ۳۳۴

مولوی عبدالماجد صاحب بی، اے

۳۳۵ - ۳۳۶

مولوی فاضل احمد بیان صاحب جونا گڑھی

۳۳۷ - ۳۳۸

مولوی ابوالحسن صاحب دیوبند دارالافتاء

۳۳۹ - ۳۴۰

مولوی عبدالرحمن صاحب نگرانی ندوی

۳۴۱ - ۳۴۲

کلام اقبال

۳۴۳ - ۳۴۴

مفتی صدر الدین خان مرحوم آئندہ کا خط

۳۴۵ - ۳۴۶

مرزا سالک مرحوم و جناب بیرند دی

۳۴۷ - ۳۴۸

مطبوعات جدیدہ

۳۴۹ - ۳۵۰

معارف کے اکثر خیرداروں کا سال جون میں پورا ہو جانا ہے، جولائی کا پرچہ دی، پی، سے

۳۵۱ - ۳۵۲

باری ہوگا جو صاحب آئندہ جاری نہ رکھنا چاہیں، ازراہ عنایت پہلے سے مطلع فرمائیں کہ دفتر دی، پی کے

۳۵۳ - ۳۵۴

معارف و رحمت سے محفوظ رہے، بلکہ منی آرڈر سے چندہ بھیج دینا زیادہ بہتر ہوگا اسلئے کہ ڈاکخانہ کے جدید

۳۵۵ - ۳۵۶

ڈاک کے رو سے دی، پی کا خرچ بڑھ گیا ہے، جس سے منی آرڈر کی صورت میں آپ بچ سکتے ہیں۔ ”منیجر“

پارلیمنٹ میں "انجمن اقوام" پر تقریر فرمائی تھی، اس تقریر کے ضمن میں افلاس و غربت
اشارہ و نفس کشی کے "مشرقی" فضائل کی بابت جناب نے حسب ذیل گہرا نشانی فرمائی :-
"بیشک تمام مصائب کی تعبیر خوشنما الفاظ میں کیجا سکتی ہے، امراض کو علاج نفس
بتایا جاسکتا ہے، افلاس کو مصلح اخلاق سمجھا جاسکتا ہے..... لیکن اگر کوئی صحیح بخوش
شخص ان چیزوں کو ذریعہ ترقی سمجھتا ہے، اور یہ خیال کرتا ہے کہ ہجوم مصائب تزکیہ اخلاق
کا کام دیکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ بجائے عقلیات تو میں اضافہ کی سعی کے اپنے نظریات
کو پاگل خانہ کی چار دیواری کے اندر محدود رکھے۔"

یہ اس شخص کے خیالات ہیں جو اس وقت سچی دنیا میں ایک زبردست عالم درہنہ کی حیثیت
رہتا ہے، جن دنوں دیوانگی کا یہ معیار صحیح تسلیم کر لینے کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس مسلم
اخلاق کی صحت دماغی سے متعلق کیا فتویٰ صادر ہوگا جس نے آج سے اُنیس صدیان پیشتر
دنیا کو یہ تعلیم دی تھی کہ "دولتمند کا آسمانی بادشاہت میں داخل ہونا کیسا مشکل ہے!....
اونٹ کا سوئی کے ناکہ میں سے نکل جانا اس سے آسان ہے کہ دولتمند خدا کی بادشاہت
میں داخل ہو" (مقدس باب ۱۰) اور جس نے یہ کہا تھا کہ "مبارک ہیں وہ جو دل کے غریب ہیں کہ
آسمان کی بادشاہت انہیں کی ہے، مبارک ہیں وہ جو غمگین ہیں کہ وہ تسلی پائیں گے مبارک
ہیں وہ جنہیں راستبازی کے سبب ستایا گیا ہے کہ آسمان کی بادشاہت انہیں کی ہے" (متی باب ۵)

جنون و سلامتی کے عقل فراق و امتیاز سے کسکو انکار ہو سکتا ہے، البتہ یہ الگ بحث
ہے کہ جنون کا انتساب خود مسٹر بالفرد اور اُنکے ہم خیالوں کی جانب کرنا صحیح ہوگا یا ان لوگوں کی
جانب جنہیں یہ مسیحی "فلسفی مجنون قرار دے رہا ہے، اسپر میں ایک حکایت یاد آئی جبکہ

اعادہ شاید مدعیان عقل و حکمت کے لئے بھی لطف سے غالی ہوں، کہتے ہیں کہ کسی قدیم بادشاہ
کے عہد میں ایک بڑا پاگل خانہ تھا، اُنکی ایک کوٹھری میں جسکے دروازوں پر لوہے کی سلاخیں
لگی ہوئی تھیں، ایک دیوانہ مجوس تھا، ایک صاحب اس دارالجمہور کی سیر کرنے تشریف
لائے، اور انھوں نے اس دیوانہ کی کوٹھری کے سامنے کھڑے ہو کر اُسے منہ چڑھانا شروع
کیا، دیوانہ نے اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا، مگر ان صاحب نے ادھر تشریف لا کر وہی حرکت
باری رکھی، دیوانہ نے چار مرتبہ اپنا منہ پھیرا، مگر جب ہر وہ منہ پھیرتا تھا، اسی طرف وہ صاحب
آکر منہ چڑھانے لگتے تھے، عاجز آکر دیوانہ چلا گیا کہ "خدا یا، یہ کیا اندھیر ہے کہ جس شخص کو اس
آہنی کھڑے کے اندر ہونا چاہیے وہ باہر ہے، اور جسے باہر ہونا چاہیے تھا وہ اندر ہے۔"

دنی فلک عبودۃ لادنی الا للہ اب

لندن، ۹ مارچ، آج سفیر امریکہ مسٹر ڈیوس، اور اُنکی سیم صاحبہ نیویارک کے قصد سے
روانہ ہوئے، بمخلہ ان اشخاص کے جو ڈاٹروائٹیشن تک اُنکی شایعت کی غرض سے آئے تھے،
اور ڈیوڈنگ بھی تھے جنھوں نے مسٹر ڈیوس کے دونوں رخساروں کے بوسے لئے۔

یہ وہ تاریہ برقی ہے جو ریڈیو کی زبان سے ہندوستان میں گہر گہر پہنچ چکی ہے، تاریہ میں
اسکا کوئی ذکر نہیں کہ دلیراے بہادر سے مسٹر ڈیوس کو کیا تعلق ہے، ممکن ہے کہ محض گہری
"دستی ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی قرابت قریبہ ہو، لیکن فرض کیا کہ بہت قریب کی قرابت
ہی تو بھی کیا یہ خبر اس قابل تھی کہ ہندوستان میں اُنکی تشریف کجانی؟ شخصیتوں کے سوال سے
بیان سرکار نہیں، مقصود گزارش صرف اس قدر ہے کہ ایک مرد کا ایک جوان عورت کا
منظر عام پر بوسہ لینا تہذیب جدید و تمدن مغرب کے نزدیک خواہ کتنا ہی معزز عمل ہو،

لیکن ریڈیو ایجنسی کے کارپردازوں کو اتنا تو بہر حال سمجھ لینا چاہیے تھا کہ ساری دنیا بھی تہذیب و شائستگی کے اس مرتبہ پر نہیں پہنچ چکی ہے، لارڈ ریڈنگ یقیناً نہایت شریف الحاصل شخص ہونگے، سٹریٹس (سیف امریکہ) بدانتہا ایک معزز شخص ہیں، انکی خاتون محترم یقیناً نہایت عیفہ و پارسا ہونگی، یہ سب کچھ سہی، لیکن اسے کیا کیجئے کہ دنیا میں ابھی کر درون نفوس ایسے باقی ہیں (اور ان میں سے کئی لاکھ مغربی تعلیم یافتہ بھی ہیں) جنکے ذہننگ الفاظ میں شرافت عزت، غیرت، حمیت، پارسائی، عفت و عصمت کے معانی اس سے بہت کچھ مختلف ہیں جو یورپ و امریکہ کے اعلیٰ طبقوں میں لئے جاتے ہیں، ریڈیو کو ایسی خبروں کی اشاعت اور داد حاصل کرنے کے لئے اس وقت کا انتظار کرنا چاہیے، جب ہندوستانی تہذیب اسلامی تہذیب (خدا خواستہ) بالکل معدوم ہو چکی ہوں، ابھی تو کر درون کی تعداد میں ایک ایسی قوم موجود ہے جو اپنے ہمہ برحق کے اس وصف پر فخر کرتی ہے کہ وہ پردہ نشین کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ شرم و حیا والے تھے (عن ابی سعید الخدری قال کان النبی صلعم اشدا حیا عن لعداء فی خلدھا) تمدن جدید کی ان کرشمہ ساز یون سے اُنکے نزدیک، خود بی بیالی کا چہرہ تماثلتا ہے، اور بغیر تہذیب اپنی انہیں پہنچی کر لیتی ہے۔

قرآن میں قدیم تمدن و پر قوت قوموں کی دفعۃً تباہی و بربادی کے واقعات کثرت سے بیان کئے گئے ہیں، لیکن ہم مشکل ہی سے ان پر یقین کرتے ہیں، بلکہ بعض مدعیان دانش و دانائی تو علانیہ ان بیانات کو اساطیر اولین کے مرتبہ پر رکھتے ہیں، لیکن آج ہماری آنکھوں کے سامنے مغرور و سرکش تمدن حاضر کی فوری بربادی و ہلاکت کے جو واقعات رونما ہو رہے ہیں وہ حیرت انگیز و مہربت خیز ہونے میں قصص قرآنی سے ایک ذرہ کم نہیں،

ہندوستان کا ایک نہایت بلند پایہ علمی میگزین ہے، جسکی عنان ادارت سائنس کے نامور ماہران فن کے ہاتھوں میں ہے، اور جسکے ایک رکن سر جے جے ٹامسن (پریذیڈنٹ رائل سوسائٹی) بھی ہیں، یہ رسالہ اپنے ایک تازہ ایڈیٹوریل مین وائس (دار الحکومت اسٹریٹ) کے تمدن مرحوم پر جن الفاظ میں ماتم کرتا ہے وہ اس قابل ہیں کہ انہیں حرف بحرف ناظرین معارف تک منتقل کر دیا جائے، لکھتا ہے کہ اس سال ہزار ہا آنکھیں دائنہ کی طرف اٹھ رہی ہیں، یہ وہ شہر ہے جو صدیوں سے مشرق کی جانب ہمارے علوم و فنون کا مرکز رہتا، جنگ سے پہلے داینا کی عظمت و شوکت کا نقشہ کون کہیںج سکتا ہے؟ مسرت و رونق کی گرم بازاری اُسکی ایک ایک گلی میں تھی، ایک ادنیٰ سی بات یہ ہے کہ اسکے ہوٹلوں میں جو تہہ کی پیالی فروخت ہوتی تھی، اُسپر بالائی کی تہہ اس قدر موٹی ہوتی تھی کہ شکر کا ڈھیلہ جو اُسپر رکھ دیا جاتا تھا وہ کہیں پندرہ سکنڈ میں جا کر پیالی میں تہہ نشین ہوتا تھا، وہیں اونچی چیزیں تو اُسکی یونیورسٹی، اُسکی علمی درسگاہیں، اُسکے مشاہیر رجال و خواتین، اُسکی رونق و کراستگی، اسکا حسن و جمال، اُسکی شان و شوکت، آہ کن کن چیزوں کا ذکر کیا جائے!

یہ حالت کل تک تھی، لیکن آج؟ آہ، آج جو حالت ہے، اُسکا ہمیں خود یقین نہیں آتا، آج بھی شہر بیکسی دیلمی تباہی و بربادی کی ایک زندہ تصویر ہے! سامان عیش و تہذیب کو جانے دیجئے، ضروریات زندگی، جلانے کی لکڑی، کھانے اور کپڑے تک کا نقصان ہے، اساتذہ و طلبہ، محققین و ماہرین فن، جو کل تک تجر علمی و کمال فن کی داد دے رہے تھے آج اُنکے پاس اتنا نہیں رہا ہے کہ پیٹ بھر کے کما سکیں! کتابوں کی خریداری اور آلات کی ہم رسانی تو الگ رہی فاقہ کشی سے جان دیدینے کی نوبت متعدد صورتوں میں پیش

آپ کی ہے، کیا علم کی اشاعت اس قدر عام ہو چکی ہے کہ دنیا کے ایک بڑے مرکز کی بربادی
بہ سانی گوارا کر سکتی ہے؟ یہ دیکھ کر ہمیں مسرت ہوتی ہے کہ بہت سے فیاض طبع اشخاص
اسکی اعانت اور علمی ہمدردی پر کمر بستہ ہو گئے ہیں، کاش انکی کوششیں داینا کو اس حشر
سے محفوظ رکھ سکیں جو بظاہر اسکا یقیناً ہونے والا ہے۔

اسٹریا کا یہ حشر دنیا کی تاریخ میں کوئی نیا واقعہ نہیں، اس سے بیشتر خدا معلوم کتنی قومیں
اسی طرح اپنی زشتی اعمال کے پاداش میں تباہ و فنا ہو چکی ہیں، وکم اهلکنا من القرون
من بعدنا وجر وکفی بربک بدک ونب عباد ہم خیر الصیدا اسٹری تمدن اگر واقعہ اپنی عمر طبعی کو پہنچ
چکا ہے، تو کوئی دنیوی قوت، کسی کی مالی اعانت، کسی کی ہمدردی، کسی کی فیاضی اس کے دقت
موجود کو نہیں ٹال سکتی، مصر و بابل، چین و ایران، یونان و روم، سب تمدن اسی طرح اپنے
اپنے دقت مقررہ پر فنا ہو چکے ہیں، ما تسبق من امة اجلها و ما یستأخرون،

گذشتہ نمبر میں اخبارِ علمیہ کے زیر عنوان ہندوستان میں وقوع جرائم کے صوبہ دار اعداد
درج کئے جا چکے ہیں، جن سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ جو صوبے تعلیم و تہذیب میں سب سے
آگے ہیں، یعنی بمبئی، بنگال، مدراس، وہیں سب سے زیادہ تعداد میں جرائم واقع ہوئے ہیں
اور جو صوبے تعلیم و تہذیب میں سب سے پست ہیں، وہاں جرائم نسبت بہت ہی قلیل وقوع
ہیں، یعنی آسام، بہار، و صوبہ سرحدی میں، ہندوستانی تعلیم یافتہ جماعت کے بعض انگریزی
اخبارات اس "سورۃ الفاق" پر اظہارِ حیرت کرتے ہیں، لیکن کیا درحقیقت یہ کوئی حیرت انگیز
امر ہے؟ ہندوستان کے صوبہ دار تناسب جرائم و تعلیم کو تھوڑی دیر کے لئے دوسرے

تازہ ترین اعداد اس وقت پیش نظر نہیں، لیکن آج سے چند سال پیشتر "ہیمان" اور "دہان"
تعداد مجرمین کا جو تناسب تھا اسکا اندازہ اعداد ذیل سے ہوگا:-

ہندوستان	۳۸	مجرمین فی لاکھ آبادی
انگلستان	۹۰	" " "
بائی ممالک یورپ	کم از کم ۱۰۰	" " "
	زیادہ سے زیادہ ۲۳۰	" " "

(ماخوذ از ڈکشنری آف اسٹیشینس "مرتبہ سرریکال ملہال اف، آراس اس" اس)

اس سے بھی قطع نظر کیجئے تو ایک تیسری قوی شہادت رونما ہوتی ہے، اور وہ ایک جدید
تہذیب کتاب امریکن پولس سسٹم کے اوراق میں منضبط ملے گی، اس کے مصنف امریکہ کے ایک
اہم ترین اعداد سٹریٹنڈ فوسٹاک ہیں، جنھوں نے امریکہ کے ہر اس شہر کا دورہ کر کے جسکی آبادی
ایک لاکھ یا اس سے اوپر ہے، اور وہاں کے اعداد فراہم کر کے یہ کتاب "نیویارک کے بیورد
آن سوشل ہائیجین کے زیر اہتمام شائع کی ہے،" میں وہ نیویارک، شکاگو، واشنگٹن وغیرہ کے
اعداد جرائم دیتے ہیں، جو انگلستان کے اعداد جرائم سے بدرجہا زائد ہے، اور ہندوستان سے
کچھ زیادہ انگلستان میں وقوع جرائم ہوتا رہتا ہے، اسلئے ہندوستان و امریکہ کے اعداد
جرائم میں زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے، سلسلہ میں لندن میں جسکی آبادی ۷۲ لاکھ ہے،

ز (۹) قتل ہوئے، بخلاف اسکے شکارگوین جسکی آبادی ۴۴ لاکھ ہے، ۱۰۵ قتل ہوئے اسلئے کہ
 ۱۹۰۰ تک گلاسکو میں ۳۸ قتل ہوئے، اسکے مقابلہ میں فلیڈلفیا میں جسکی آبادی اسکے
 سادی ہے، اس مدت میں ۲۸۱ واقعات قتل پیش آئے، ۱۹۰۰ میں شہر نیویارک کے
 اندر صرف سوئڈن کی چوری کے واقعات ۵۲۴ تک پہنچے اور یہ جرائم کچھ ایک ہی
 قسم تک محدود نہیں، بلکہ قتل، عدا، سرقت، سرقت باجبر، ڈاکہ، جعل سازی وغیرہ ہر قسم کے جرائم
 اسی کثرت کے ساتھ اس مرکز تمدن میں واقع ہوتے رہتے ہیں، ایسی حالت میں اگر موجودہ
 نظام تعلیم اور جرائم پروری کے درمیان علت و معلول کا تلازم نظر آئے تو اس لزوم کی
 ذمہ داری تو انین منطق پر عاید ہوتی ہے،

لیکن اس نظام تعلیم سے اسکے سوا اور نتائج پیدا ہی کیا ہو سکتے ہیں جسکا مقصد صرف
 یہ ہو کہ انسان کو اپنی زندگی گزارنے میں زیادہ سے زیادہ مدد مل سکے، (اسپنسر) جسکی انتہائی
 غایت یہ ہو کہ نوع انسانی کے لئے اجتماعی حیثیت سے زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل ہو سکیں
 (دل) اور جسکی آخری غایت محض اسقدر ہو کہ انسان کو قوانین مادی کا صحیح ترین علم ہو سکے
 (پکسل)؟ بد اخلاقی بالواسطہ اس نظام تعلیم میں بھی مذموم سمجھی گئی ہے، مگر صرف اس حیثیت سے
 کہ بالآخر اسکے نتائج اسکے مرکب کے لئے تکلیف دہ ثابت ہونگے، نہ اس حیثیت سے کہ
 بد اخلاقی بجائے خود کوئی قابل مواخذہ شے ہے، البتہ اسی کڑھ ارض کے دوسرے حصوں
 میں ایک ایسا نظام تعلیم بھی موجود ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ حصول علم کی غایت تماشہ
 خدا شناسی، تزکیہ نفس، و توفیق حسن عمل ہے، اور اسکا آخری مقصد نجات اخروی ہے نہ کہ
 بیش تر ارشاد ہر دن کا حصول، سعدی تحصیل علم کے لئے جانگداز کوششوں کی ترغیب

دیتے ہیں مگر کیوں؟ صرف اسلئے کہ بغیر اسکے خدا شناسی و فلاح اخروی ممکن نہیں،
 بچے علم چون شمع باید گداخت کہ بے علم نتوان خدا را شناخت
 برد دامن علم گیر استوار کہ علمت رساند بدالقرار
 بران الاسلام زرتوجی، اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہ بہت سے اعمال دنیوی حسن
 نیت کے باعث اخروی نجات دہن، اور بہت سے اعمال اخروی سو نیت کے باعث
 دوزخی ہو جاتے ہیں، طالب علم پر تاکید کرتے ہیں کہ اسے طلب علم سے مقصود محض رضاء
 الہی، حیات اخروی، رفیع جہالت نفس، و تائید ملت اسلام رکھنا چاہیئے، اسلئے کہ بغیر
 علم کے پاکیزہ نفسی و تقویٰ کا قیام رہ نہیں سکتا۔ (تعلیم المتعلم، باب ۲)
 کاش ہمارے خدایان تعلیم، خواہ عالمین مولات ہوں یا تارکین مولات، اپنے
 ملامن کے ان ارشادات کو کبھی کبھی سن لیا کریں۔

”مشرقیات“ پسند ناظرین معارف یہ دیکھ کر خوش ہونگے، کہ ہمارے فاضل دست مولوی عبدالمجید صاحب کا قلم
 مغرب کی گردش سے بول ہو کر مشرق کی سمت لوٹ رہا ہو، ہندو و اخلا اپنے اسلام کی کمنہ متاع علم کو قدامت کو و عباد
 تارک اکثر یورپ کی متاع نو کے مقابل میں مادی قیمت کے مطالبہ کے ساتھ پیش کرتے رہتے ہیں، مسئلہ ارتقاء اور
 ترقی اسلام کے مقابلہ نگار اگر ہم ہی امید علوم اسلئے کی خدمت گذاری میں باندھیں تو بجا نہ ہوگا،
 البتہ بشر و قافلہ میں، صرف بابو بھگواند اس نہیں، بلکہ اکثر بوس بھی ہیں جو محض اس پر قانع نہیں
 ہیں کہ انیسویں صدی کے معارف و اکتشافات کا ہمارا اسلات ہاں ساتویں صدی میں سر اٹھاتا ہو، بلکہ خود انیسویں
 صدی کے علوم و تحقیقات پر از دیاد و اضافہ کی مسئلہ فضیلت بھی ان کو حاصل ہو، لیکن ہمارے حدی خوانان بھی کرام فی
 حق سے آگے نہیں بڑھ سکے ہیں مبادا یہ نشہ تیز ہو کر کہیں اور زیادہ مستقبل سے غفلت کا باعث نہ ہو!

مقالہ

مسئلہ ارتقاء اور حکماء اسلام

از

(مولوی عبدالماجد صاحب)

آج سے چودہ سال پیشتر کا ذکر ہے کہ مولانا شبلی مرحوم نے "فلسفہ اور اسلام" کے عنوان سے ایک مضمون تحریر فرمایا تھا، جو جون سنہ ۱۸۹۷ء کے الندوہ میں شائع ہوا تھا، مضمون میں دارون کے مسئلہ ارتقاء کی مختصر تشریح کرنے کے بعد یہ دکھایا گیا تھا کہ ارتقاء انواع کا خیال دارون کا بالکل مجتہدانہ خیال نہیں، بلکہ اس سے صدیوں پیشتر متعدد حکماء اسلام بھی اسی خیال کو ظاہر کر چکے تھے۔

اس مضمون کا شائع ہونا تھا کہ اسلامی پریس میں ایک آگ لگ گئی، علماء نے خلافت بلکہ کفر کے فتادہ کی تقسیم اسرار کے ساتھ شروع کر دی، اور مختلف اخبارات و رسائل میں اس ملحدانہ مضمون کے بہ کثرت جوابات لکھنے لگے، اٹا وہ کا ہفتہ وار اسلامی خیال اس زمانہ میں خاص شہرت رکھتا تھا، اس کے صفحات میں ایک مولوی صاحب نے جو اپنے نام کے ساتھ "فلسفی" لکھنے کے عادی تھے، مینون تردیدی مضامین کا سلسلہ جاری رکھا اور بعض ظریف شعرا کو طبع آزمائی کے لئے ایک دھچپ موضوع ہاتھ آگیا، یہاں تک کہ جب یہ شورش حد سے بڑھنے لگی، تو اکتوبر کے الندوہ میں مولانا مرحوم کو دینی زبان سے

مضمون سے متعلق معذرت شائع کرنا پڑی، یہ معذرت گو تعلقات ندوہ کے لحاظ سے زین مصلحت تھی، لیکن نفس مضمون سے متعلق قطعاً غیر ضروری تھی، اسلئے کہ مولانا نے بغیر اپنے عقائد کا اظہار کئے ہوئے بعض قدیم اکابر علماء اسلام کے اقوال نقل کر دیئے تھے پس اگر ان خیالات کی بنا پر تکفیر لازم آتی تھی، تو ان علماء و سلف کی ہونا چاہیے تھی، نہ کہ مولانا شبلی کی، جو محض ان خیالات کے ناقل تھے، جنوری سنہ ۱۸۹۷ء کے الندوہ میں مولانا مرحوم نے شاگرد رشید مولانا سید سلیمان، (ایڈیٹر معارف) نے اس موضوع پر قلم اٹھایا، اور نصوص قرآنی کی تصریحات سے ثابت کیا، کہ قرآن مجید اس خیال کا منکر نہیں، بلکہ مسئلہ ارتقاء خواہ صحیح ہو یا غلط، تصریحات قرآنی اس کے دونوں پہلوؤں کے متحمل ہو سکتے ہیں،

علامہ مرحوم نے اپنے مضمون میں فوز الامیر (ابن سکویہ) چہار مقالہ احمد نظامی ہرندی) و اخوان الصفا کے اقتباسات اپنے دعوے کی شہادت میں پیش کیے تھے، ذیل میں ایک اور شہادت ایک ایسے بزرگ کی تحریر سے پیش کی جاتی ہے، جو مسلمانوں کے ایک زہ کے نزدیک مذہبی استناد رکھتا ہے، اور جس کی علمی عظمت ہر فرقہ کو مسلم ہے،

خواجہ نصیر الدین طوسی، ساتویں صدی کے ایک مشہور عالم گزرے ہیں، جو دو واسطون سے شیخ الرئیس بوعلی سینا کے شاگرد تھے، فلسفہ، ہیئت، کلام و تصوف میں ان کی متعدد تصانیف مرتبہ استناد رکھتی ہیں، اور اخلاق میں ان کی اخلاق ناصری تو اپنے فن کی تمام کتابوں میں شاید سب سے بہتر و مشہور تر ہے، اپنی اسی کتاب میں ایک فصل انھوں نے انسان کے اشرف موجودات ہونے پر رکھی ہے، (مقالہ اول، فصل چہارم) اس کے ضمن میں انھوں نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے، وہ حرف بحرف وہی ہیں جو انیسویں صدی کے آخرین دارون، اسپنسر، ہکسلی و ہیکل کی زبان سے ادا ہوئے اور جنہیں دنیا انھیں حضرات

اولیات و اجتہادات میں شمار کرتی ہے،

محقق طوسی کے اقتباسات سے قبل، مختصراً ان مقدمات کو ذہن نشین کر لینا چاہیئے جو جدید سائنس اور مسئلہ ارتقاء کے مسلمات میں داخل ہیں:-

(۱) موجودات عالم کی ترکیب جن ذرات مادی سے ہوئی ہے، وہ اپنی آخری بسیط و مفرد حالت میں یکساں و مساوی ہیں،

(۲) چون جو ان میں ترکیب و تالیف پیدا ہوتی جاتی ہے، یعنی اجسام مرکب وجود میں آنے لگتے ہیں، ان میں باہم فرق و امتیاز مراتب پیدا ہوتا جاتا ہے،

(۳) مرکبات مادہ میں پست ترین مرتبہ جمادات کا ہے، جمادات کی انتہائی ترقی یہ ہے کہ اون میں صفات نباتی پیدا ہونے لگیں،

(۴) اس سے اوپر نباتات کا مرتبہ ہے، حیات نباتی کا کمال یہ ہے کہ اس کے ڈانڈے حیات حیوانی سے مل جائیں، چنانچہ متعدد نباتات پر نباتات حیوانی کا اطلاق کیا جاتا ہے، (۵) حیوانیت کی ترقی کی آخری منزل یہ ہے کہ اس میں خواص انسانی پیدا ہو جائیں چنانچہ وحشی انسان "انسان نامندر" بن مانس وغیرہ اسی برنج انسانیت و حیوانیت کی مثالیں ہیں،

گویا جتنی انواع موجودات ہیں، سب ایک دوسرے سے مسلسل و مربوط ہیں، ایک کی انتہا دوسرے کی ابتدا ہوئی ہے، ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ و مستقل بالذات کوئی نوع نہیں، اہل سائنس کا ایک بڑا گروہ (جس میں ڈارون، ہکسلی، ہیکل، منڈل وغیرہ شامل ہیں) بیان ہو چکا ہے، لیکن انہیں کا ایک مختصر گروہ، والس، لاج، وغیرہ کی ہنڈال میں ایک قدم اور آگے بڑھتا ہے، اور کہتا ہے کہ انسانیت کے بعد کچھ اور مدارج و منازل بھی ہیں،

محقق طوسی، بعض دیگر حکماء اسلام کی طرح، اسی آخر الذکر گروہ کے بحیال ہیں مسئلہ ارتقاء میں صدی عیسوی کی سائنٹفک تحقیقات کا روشن ترین کارنامہ ہے، اس کے بہت مسائل کا عطر و نغات بالا میں آچکا، ذیل میں تیرہویں صدی عیسوی کے ایک مسلمان عالم کی تحریر میں ایک دفعہ کی صراحت دیکھ لو، یہ ایک ایسی کھلی ہوئی شہادت ہے جس پر کسی حاشیہ آرائی یا رائے زنی کی حاجت نہیں، محض اسکا مطالعہ کافی ہوگا،

اجسام مادی اپنی طبعی و اجسام طبعی از ان اجسام طبعی از ردی جسم رتبہ میں مساوی ہیں	اجسام مادی اپنی طبعی و اجسام طبعی از ان اجسام طبعی از ردی جسم رتبہ میں مساوی ہیں
ابتدائی حالت میں، ردی کہ جسم اند باکمیگور اور ایک کو دوسرے پر کوئی شرف و فضیلت نہیں ہے اس لئے کہ سب کی تعریف ایک ہی اور	ابتدائی حالت میں، ردی کہ جسم اند باکمیگور اور ایک کو دوسرے پر کوئی شرف و فضیلت نہیں ہے اس لئے کہ سب کی تعریف ایک ہی اور
شادی اند در رتبہ دیکھی را بر دیگر شرف و فضیلت	شادی اند در رتبہ دیکھی را بر دیگر شرف و فضیلت
نیت چہ یک حد معنوی ہمہ را شامل است	نیت چہ یک حد معنوی ہمہ را شامل است
دیک صورت جنسی ہیولی اولی جملہ را مقوم و	دیک صورت جنسی ہیولی اولی جملہ را مقوم و
اختلاف اول کہ در ایشان ظاہری شود و ایشان	اختلاف اول کہ در ایشان ظاہری شود و ایشان
را متوع میکند با انواع عناصر و غیر آن مقتضی بہ تباہی	را متوع میکند با انواع عناصر و غیر آن مقتضی بہ تباہی
کہ موجب شرف بعضی بود بر بعضی نیست بلکہ هنوز	کہ موجب شرف بعضی بود بر بعضی نیست بلکہ هنوز
در موض تکافی در رتبہ و تساوی در قوت اند،	در موض تکافی در رتبہ و تساوی در قوت اند،

زکب امتزاج کیساتھ اختلاف مراتب و چون میان	زکب امتزاج کیساتھ اختلاف مراتب و چون میان
پیدا ہونے لگتا ہے، اس سلسلہ کی عناصر امتزاج	پیدا ہونے لگتا ہے، اس سلسلہ کی عناصر امتزاج
سے پہلی کڑی جمادات ہوتے ہیں، و اختلاف پدید	سے پہلی کڑی جمادات ہوتے ہیں، و اختلاف پدید
کی آید و بقدر قرب مرکب بہ اعتدال حقیقی کہ	کی آید و بقدر قرب مرکب بہ اعتدال حقیقی کہ
آن وحدت معنویت اثر مبادی و صورت شریفہ	آن وحدت معنویت اثر مبادی و صورت شریفہ

جس وقت عناصر میں باہم امتزاج و اختلاف کا ظہور ہوتا ہے اور جسم مرکب بقدر قرب اعتدال حقیقی و وحدت معنوی مبادی فیاض سے متاثر ہو کر صورت شریفہ قبول کرنا شروع کرتا ہے اس وقت اس میں ترتیب و اختلاف مدارج

قبول میکند ترتب و تبائن در ایشان ظاهر
پیدا ہونے لگتا ہے، انواع جمادات میں سے
ی شود پس انچہ از جمادات مادہ او قبول
مادہ میں قبول صورت کی استعداد زیادہ ہوتی
صور را مطایع تراست از جهت اعتدال
وہ دوسروں سے باعتبار اعتدال مزاج
مزاج شریف تراست از دیگران و آن شرف
شریف تر ہوتی ہیں و اس شرف کے مراتب
را مراتب بسیار و مدارج بسیار است تا بحدی
بیشمار ہیں یہاں تک کہ اجسام مرکب یعنی بعض
رسد کہ مرکب را قوت قبول نفس نباتی حاصل
جمادات میں نفس نباتی کے قبول کرنے کی قوت
حاصل ہو جاتی ہے،

جمادات ترقی ترقی کرتے کرتے نباتات	پس بدان	اب جسم جماد اس نفس نباتی سے مشرف
کے درجہ تک پہنچ جاتے ہیں اور	نفس مشرف	ہو جاتا ہے اور اس میں چند برتر خصوصیات
اب نباتات میں ارتقا شروع ہوتا ہے	شود و در	پیدا ہو جاتی ہیں، مثلاً غذا حاصل کرنا،
چند خاصیت بزرگ چون اعتقاد و نمود و جذب	نمود، جذب موافق، ترک مخالفت، یہ تو ہیں بھی	
ملائم و نفیض غیر ملائم ظاہر شود و این قوتها	حسب تفاوت استعداد متفاوت ہوتی ہیں	
نیز در متفاوت اقتد حسب استعداد و انچہ	مرجان افق جمادات سے نزدیک تر ہے اور بعد از	
بافت جمادات نزدیک تر باشد مانند مرجان بود	ترقی کر کے ان نباتات کی حد تک پہنچ گیا ہے	
کہ بعد از بہتر ماندہ از و گشتہ مانند گیا ہما	جو خود بخود امتزاج عناصر اور آفتاب دہوا	
کہ بی بذریعہ بحر و امتزاج عناصر و طلوع	کی مدد سے اُگتی ہیں اور جن میں نہ تو عرصہ	
آفتاب و مہو ب ریا ج بر دید و در وقت	در از تک خود باقی رہنے کی قوت ہے	
بقای شخص زمانے و راز و تبقیہ نوع نبود	اور نہ اپنے نوع کے باقی رکھنے کی	
پس ہمہرین نسبت فیضیت بر نسبتی محفوظ افزایا	یہاں تک کہ ان کا مرتبہ تخم دار گھاس اور	

پیدا گیا ہماے تخم دار و درختان میوہ دار رسد
یہاں تک کہ درخت تک پہنچ جاتا ہے اور
کہ در ایشان قوت بقای شخص و تبقیہ نوع
اون میں خود باقی رہنے اور اپنی نوع کے
بحد کمال باشد و بعضی کہ شریف تر باشند
باقی رکھنے کی پوری قوت پیدا ہو جاتی ہے،
اشخاص ذکور کہ مبادی صورت موالید باشند
اب ان میں بعض ایسے ہونے لگتے ہیں جنہیں
از اشخاص اناث کہ مبادی مواد باشند متمیز
نرا اور مادہ کا امتیاز بھی ہوتا ہے، یہاں تک
شود و بچپن بد درخت خرماسد کہ بچہ خاصیت
کہ درخت خرماسد ترقی کر جاتے ہیں جس میں
از خواص حیوانات مخصوص است و آن
چند خواص حیوانات پائے جانے لگتے ہیں،
انست کہ در نبیہ او جزوی معین شدہ است
مثلاً اس میں ایک جز ایسا ہوتا ہے جس میں
کہ حرارت غریزی در و بیشتر باشد مثلاً بزل
حرارت غریزی زیادہ ہوتی ہے وہ بمنزلہ
دیگر حیوانات را تا اعضاء و فروع از و
دل کے ہوتی ہے اور اس سے شاخیں سطح
برید چنانکہ شرایین از دل در تعلق و
تکلی ہیں جس طرح دل سے شرایین، اسکی
کشن دادن و بار گرفتن و مشابہت ہوئی انچہ
مادہ زر سے بار آور ہوتی ہے، اور جس
بدان بار گیرد ہوئی نطفہ حیوانات مانند دیگر
مادہ سے بار آور ہوتی ہے اور اس کی بوجوہات
بمازور انست و آنکہ چون سرش بر بند یا آفتی
کے نطفہ کی سی ہوتی ہے، جب اس کا
بش رسد یا در آب غرق شود خشک گردد
سر کاٹ ڈالتے ہیں یا اس کے دلیر کوئی
غیبہ است بعضی از ایشان، و بعضی ار
مددہ پہنچتا ہے یا پانی میں غرق ہو جاتا ہے
اعجاب فلاحیت خاصیتی دیگر یاد کردہ اند
تو خشک ہو جاتا ہے، بعض ماہرین فن فلاح
دست خرماسد از ہمہ عجیب تر و آن انست
نئے تو اس کی ایک عجیب خاصیت یہ بھی
کہ درختی ہی باشد کہ میل میکند بد رختی و بار
بیان کی ہے کہ اس کے بعض مادہ در خون کا

گردد از گشن بیج درختی دیگر جز از گشن آن
درخت و این خاصیت نزدیک است بحایت
الفت و عشق کہ در دیگر حیوانات است بر حبلہ
امثال این خواص بسیار است درین خست
داور ایک چیز بیش نمادہ است تا بحیوان
برسد و آن انقلاب است از زمین و حرکت
در طلب غذا و انچه در اخبار نبوی علیہ السلام
آمدہ است کہ درخت خرما را عمہ نوع انسان
خواندہ انجا کہ فرمودہ است اَکْرَمُكُمْ لَنَحْلَةٍ
فَاِنَّا خَلَقْتُ مِنْ بَقِيَّةِ طِينِ آدَمَ هَمانا اشارہ
بدین معنی باشد و این مقام غایت کمال نباتات
است و مبداء اتصال بہ افق حیوانات،
نباتات احیائی صفتین کہتے ہیں، و چون ازین
اورادون میں حیوانی پیدا ہو گئی، مرتبہ بگزر درجہ
حیوانی بود کہ مبداء آن بہ افق نبات پیوستہ
بود مانند حیواناتیکہ چون گیاہ تولد کنند و از
تزاوج و تولد و حفظ نوع عاجز باشند چون
کرمان خاک و بعضی از حشرات و جانورانیکہ
در فصلی از فصل سال پیدا آیند و در فصلی
کسی خاص فصل میں ہوتی ہی، اور جہان

دیگر مخالف آن فصل نیست شوند و شرف ایشان
بر نباتات بقدر تست بر حرکت ارادی احساس
با طلب ملائم و جذب فدا کنند و چون ازین
فنا بگزرند و حیوانی رسد کہ قوت غضبی در ایشان ظاہر
شود تا از منافی اقرار نمایند و آن قوت نیز در ایشان
مقادیر و آلات ہر یک بحسب مقدار قوت ساختہ و معدو
و انچه در جہ کمال رسد در ان باب بہ سلاحتہ تمام
کے بعضی بمنزلہ نیزہ ہا باشند چون شاخ و مہرون
و بعضی بمنابہ کار و ہا و خجرا چون دندان و
غلب و بعضی بلبل تبر و دوس چون سم و انچه
بدان ماند و بعضی بجائے شہ و پین و تیر چون آلات
ری کہ در شہر مرغان و غیر آن بود ممتاز باشند
و انچه آن قوت در ذائقہ باشد بگیر اسباب
دفع چون گرختن و حیلہ کردن مخصوص باشند
انند آہو و روباہ، و اگر تامل افتد در اصناف
بازران و مرغان مشاہدہ کردہ آید کہ ہر شخص
را انچه بدان احتیاج بود از آلات و اسباب
از غت و مقدرو مہیاست چہ بقوت و
فوک و ترتیب آلات چنانکہ یاد کردہ آمد

دوسری فصل آئی وہ نیست و نابود ہو جاتے
ہیں، ان کو صرف حرکت ارادی و احساس و
تلاش غذا کی بنا پر نباتات پر فضیلت حاصل
ہوتی ہر اس سے آگے بڑھ کر ان حیوانات
کا مرتبہ ہر جن میں قوت غضبی موجود ہوتی ہی،
جس سے یہ دفع ضرر کر سکتے ہیں، یہ قوت بھی
مختلف ہوتی ہی، بہ اندازہ قوت ہر ایک کو
آلات بھی ملے ہیں مثلاً سینک، دانت، پنچے
سم، شہپر جو بمنزلہ نیزہ، چھری خنجر، گرز اور
تیر کے ہیں، جن میں یہ قوت ناقص ہی اٹکلے
دوسرے اسباب دفع مہیا ہیں مثلاً آہو کے
لیے رم و روباہ کے لیے حیلہ۔ مشاہدہ سے
صاف ظاہر ہوتا ہی کہ جانور دن اور چڑیوں کے
لئے وہ آلات و اسباب فراغت جن کی ان کو
حاجت ہی فراہم کر دیے گئے ہیں، جو آلات
و قوت سے محروم ہیں انہیں الہام خداوند کی
نے ان مصالح پر مطلع کر دیا ہے جن سے
وہ باسانی حصول کمال شخصی و نوعی کر سکیں
یعنی از دوا ج طلب نسل، اولاد کی حفاظت

بے ربطتہ و تعبہ کہ بہ ایشان رسد و این نہایت انتہا ہے،

مراتب حیوانات بود،

حیوانیت کے ذائقے انسانیت

در مرتبہ اول از

مراتب انسانین

در مرتبہ متصل باشد

مراتب متصل باشد

مراتب متصل باشد

مراتب متصل باشد

مراتب متصل باشد

مراتب متصل باشد

مراتب متصل باشد

مراتب متصل باشد

مراتب متصل باشد

مراتب متصل باشد

مراتب متصل باشد

مراتب متصل باشد

مراتب متصل باشد

مراتب متصل باشد

مراتب متصل باشد

مراتب متصل باشد

مراتب متصل باشد

مراتب متصل باشد

و چہ بالہام رعایت مصالح کہ مستعدی کمال
 شخص یا نوع شود مانند شرایط ازدواج و
 طلب نسل و حفظ فرزند و تربیت او و ساختن
 آشیان بحسب حاجت و ذخیرہ نہادن غذا
 و ایثار آن بر انبائی جنس و موافقت و مخالفت
 با ایشان و احتیاط و کیاست و تحریر و فراست
 در ہر تانے بحدیکہ خردمند دران متحیر شود و
 بحکمت و قدرت صانع خویش اعتراف کند
 بُحَّانَ الَّذِیْ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ یَدْعٰیہٗ و
 اختلاف اصناف حیوانات از تفاوت مدارج
 نباتات زیادہ است از جهت قرب آن بہ
 بساط و بعد این ازان و شریف ترین انواع
 آنست کہ کیاست و ادراک او بحدی رسد
 کہ قبول تادیب و تعلیم کند تا کمالے کہ درو
 منظور بود و حاصل شود مانند اسب مودب
 و باز معلم و چند انکہ این قوت درو زیادہ بود
 مرتبہ اورا رجحان بیشتر بود تا بجای رسد کہ
 مشاہدہ افعال ایشان را کافی بود در تعلیم
 چنانکہ انچہ بہ بیند بجاکات نظیر آن بتقدیم نہاد

یہان سے مرتبہ انسان کی ابتدا ہوتی ہے، اس
 ابتدائی درجہ کے انسان (یعنی وحشی و حیوان
 نما انسان) اطراف عالم میں سکونت پذیر
 ہیں، مثلاً سودان مغرب، ان کے افعال و
 حرکات حیوانات سے مشابہ ہوتے ہیں۔
 یہاں تک باہمی تفاوت کے مدارج اقتضا
 طبیعت کی بنا پر طے پاتے رہتے ہیں، مگر اسکے
 بعد مراتب کمال و نقصان ارادہ اور
 فکر پر مبنی ہو جاتے ہیں، چنانچہ جس شخص
 میں یہ قوتیں کامل ہوتی ہیں، وہ ان کے
 صحیح استعمال سے درجہ کمال تک پہنچ
 سکتا ہے، اور ان اشخاص سے کہیں آگے
 بڑھ جاتا ہے، جن میں یہ قوتیں نسبتاً کم
 ہوتی ہیں، ان میں ابتدائی درجہ ان لوگوں
 کا ہے جو قوت عقلیہ سے طرح طرح کی صنعت و
 حرفت و آلات کے موجد ہیں اس کے بعد
 وہ گروہ ہے جو بوسیلہ عقل علوم و معارف

بعقول و افکار و تامل بسیار در علوم و معارف کتاب فضائل میں سرگرم رہتا ہے، ان کے
 و اقتنائی فضائل غرض میں نمایندہ از بالاتر وہ نفوس قدسیہ ہیں جو بندہ رلیہ دی
 ایشان گزشتہ کسانیکہ بوحی و الہام معرفت و الہام معرفت حقائق حاصل کرتے ہیں اور
 حقائق و احکام از مقربان حضرت الہیت بلا توسط اجسام مقربان رب العزت سے
 بی توسط اجسام تلقی می کنند و در تکمیل خلق و اخذ احکام فرماتے ہیں اور خلقت کی تکمیل
 تنظیم امور معاش و معاد سلب راحت و اور ان کے معاش و معاد کا انتظام ان کے بقول
 موجب سعادت اہل اقالیم و ادواری شہد میں ہر دور یہ کمال نوع انسانی کی حد ہے، نوع
 و این نہایت مدارج نوع انسانی بود و تفاوت انسانی میں بمقابلہ نوع حیوانی اس قدر
 این نوع بیشتر از تفاوت بود در نوع ہائے تفاوت ہر جتنا کہ حیوانات و نباتات میں
 حیوانات ہم بدن نسبت کہ در بیان کیا گیا اس مرتبہ پر پہونج کے انسان
 حیوانات و نباتات گفتہ کی رسائی عالم اشرف و ملائکہ و عقول
 آمد چون بدین منزلت رسید تک ہو جاتی ہے یہاں تک کہ وہ مقام وحدت
 ابتدائے اتصال بود بعالم اشرف تک ترقی کر جاتا ہے جہان دائرہ وجود کا
 و وصول مبرا تب ملائکہ مقدس و عقول و اختتام اس طرح ہوتا ہے جیسے ایک خط
 نفوس مجر و تا بہ نہایت آنکہ مقام وحدت مستدیر کسی نقطہ سے شروع ہو کر اپنا دور
 بود و آنجا دائرہ وجود ہم رسد مانند خطی ختم کر دیتا ہے،
 مستدیر کہ از نقطہ آغاز کردہ باشد تا

بدان نقطہ باز رسد

اقتباس بالا کی آخری سطور میں محقق طوسی نے ارتقاء انسانیت کے جس مسئلہ کو

چیتا رہا ہے، اس سے حکماء یورپ کا ایک بڑا گروہ تو قطعاً نا آشنا ہے، جرمن حکماء کا ایک گروہ
 جو اصولاً اسے تسلیم کرتا ہے، وہ بھی چونکہ مادیات کے محدود دائرہ سے ایک قدم آگے بڑھنا
 کفر خیال کرتا ہے، اسلئے (SUPERMAN) "سوپر مین" (فوق الانسان) وغیرہ کی
 پریشان خیالیوں میں بھنس کر رہ گیا ہے، دے دے کے والس، لاج، وغیرہ کا گروہ رہ جاتا ہے
 جو عالم اجسام سے برتر و مادرا ایک دوسرا عالم تسلیم کرتا ہے، وہ البتہ اس روحانی ارتقاء
 کے اسرار سے ایک حد تک آشنا کما جاسکتا ہے، لیکن درحقیقت اس طلسم کی کامل عقدہ
 کشائی یورپ کے بس کی بات نہیں، اس مفتخون کو بدتون پیشتر مشرق میں سر کیا جا چکا ہے،
 اور اس منزل کے بہترین راہنما "ان کے ہاں نہیں، بلکہ خود ہمارے ہاں گذر چکے ہیں،
 تونیہ کا عارف کامل، جسے دنیا رومی کے لقب سے پکارتی ہے، نباتیت، حیوانیت و انسانی
 کے ساتھ ان مراتب ملکوتیت لاهوتیت کے مربوط ہونے کی، اپنی مخصوص مہمانداز میں یون خبر دیتا ہے

از جہادی مردم و نامی شدم	وز نام مردم بہ حیوان سرزدم
مردم از حیوانی و آدم شدم	پس چہ ترسم کے زمردن کم شدم
تا برآرم از ملائیک بال و پر	جملہ دیگر بہ میرم از بشر
از ملک ہم بایدم جستن ز جو	کل شی مالک الا وجہ
بار دیگر از ملک قربان شوم	آنچہ اندرو ہم ناید آن شوم
پس عدم گردم عدم چون رعون	گویدم انا الیہ راجعون

معارف :- حکماء یورپ بھی غالباً نفس نظریہ ارتقاء کی اویت انسان کے ہی نہیں ہیں، ان کا اصلی کارنامہ اس نظریہ
 علمی (سائنٹفک) شواہد و دلائل کی فراہمی اور قوانین تناسل و البقاء و انتخاب طبعی وغیرہ کا استقرانی استنباط و باقی
 انسانی سے اوپر کسی مرتبہ ارتقاء کا علم سائنس کی حد نظر سے باہر اور زیادہ تر مابعد الطبیعیات کی بحث ہے، جس کی قطعاً ڈارون
 کی ادراک گردانی کے بجائے، رومی کے دفاتر منوی کی طرف رجوع کرنا چاہیے،

اسلام کا اثر یورپ پر

(۲)

علوم و فنون

یورپ میں ازمنہ وسطیٰ میں رومی اور یونانی علوم و فنون کی ترقی کا افسانہ بالکل فراموش ہو چکا تھا اور اسوقت اہل یورپ علمی طور پر ان علوم کی نسبت کچھ بھی واقف نہ تھے، رومی اور یونانی علوم کے زوال کے بعد سے یورپ میں بھی تنزل علوم پیدا ہو گیا، اور اسوقت سے گویا تمام علمی کتابوں پر مہرین لگ گئیں، اگر ایسے وقت میں اہل اسلام نے اس قدیم ذخیرہ کتب کو جمیں رومی اور یونانی علوم و فنون کے بیش بہا خزانے محفوظ تھے، جانفشانی اور صرف کثیر سے حاصل کر کے اپنی زبان میں منتقل نہ کر لیا ہوتا، اگر انھوں نے ان قدیم اقوام کی عظیم الشان یادگاروں کو فنا ہونے سے نہ بچایا ہوتا، اور تلف ہونے دیا ہوتا، تو اس میں ذرا بھی شک نہ تھا کہ اہل یورپ جو آج تمام اقوام عالم کے پیشرو نظر آتے ہیں، تمدن و تہذیب کے علمبردار بن سکتے، ہمارا یہ دعویٰ تاریخی حقائق پر مبنی ہے، اور خود یورپ کے ماہران تاسیج کو اس امر کا اعتراف ہے، مشہور مصنفین یورپ کے اقوال ہم یہاں نقل کرتے ہیں،

(۱) میسیدگسٹاولی بان لکھتا ہے:-

صرف عربوں کی بددلت (نہ ان راہبون کی وجہ سے جو زبان یونانی کا نام بھی جانے پختہ تصانیف قدیمہ تک پہنچی ہیں، اور دنیا کو آئینہ ان کا منوں رہنا چاہیے کہ انھوں نے اس

ذخیرہ بے بہا کو تلف ہونے سے بچا لیا۔

(۲) مارگو لیتھ لکھتا ہے:-

”اپنی کی تصنیفات کی بددلت یورپ میں فلسفہ یونان پھر زندہ ہوا۔“

(۳) پروفیسر ریال لکھتا ہے:-

”اگرچہ مسلمانوں نے جن مختلف شعبہ جات علوم میں قیمتی اضافے کئے، انکو ضرور تسلیم کرنا چاہیے

مگر یہ تحقیقات و اکتشافات اس بار احسان کے مقابلہ میں بہت کم وقعت رکھتی ہیں جو اہل

عرب نے ازمنہ وسطیٰ کے یورپ پر بطور ہنایان و شعل برداران علم کے ہم پر کیا ہے۔“

(۴) جان کلرک رڈ پاہتہ لکھتا ہے:-

”علوم کی تخم افشانی اسلام کے اسکالروں نے کی اور اس طرح ہلال نے نصیب کو

اصول علمی دفنی کا درس دیا۔“

ان کے علاوہ اور بھی کئی یورپین مصنفین نے اس امر کا اعتراف کیا ہے، مگر چونکہ انکی

تصنیفات ہمارے پاس نہیں ہیں، اسلئے موجودہ اقتباسات پر ہی اکتفا کرنا پڑا۔

ترجمہ اور فلسفہ یونان کسی قوم کی ترقی علم و ادب کا ابتدائی زمانہ بیرونی ممالک کے مصنفین کی

کتابوں کے ترجمہ سے شروع ہوتا ہے، اہل اسلام بھی اس سے مستثنیٰ نہیں رہے، انھوں نے

قدیم اہل یونان کی تقریباً تمام تصانیف کو جو دستبرد زمانہ سے تلف ہو جانے کے قریب تھیں،

یہ نہیں کہ اپنی زبان میں منتقل کر لیا، بلکہ اپنا بنا لیا، انہی کے ذریعہ سے فلسفہ یونان کا نام

ملا تمدن عرب صفحہ ۵۱، ۵۲ محمد نزم صفحہ ۲۴، ۲۵ لٹیری ہسٹری آف دی عرب، صفحہ ۳۵۹، ۳۶۰

انسائیکلو پیڈیا آف یونیورسل ہسٹری جلد ۲ صفحہ ۱۲۵، ۵ ترجمہ کے لئے دیکھو علامہ شبلی کی کتاب تراجم

اس موضوع پر نہایت مبسوط ہے،

یونانی فلسفہ کی کتابوں کے ترجمہ کی طرف مسلمانوں کی توجہ خاندان عباسیہ کے مشہور تاجداروں منصور، ہارون، اور پھر اسکے خلف الرشید مامون کے عہد زریں میں ہوئی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب یونانی منطق و فلسفہ کی تحصیل کفر و اسکا دکی مترادف تھی چنانچہ بعض اہل ہو گئی تھی کہ من منطق فخر مذمت، لیکن آزاد خیال مسلمانوں نے اسکی کچھ پروا نہ کی اور ان خلفا کی زیر سرپرستی یونانی علوم کا سرمایہ اپنی زبان میں منتقل کر لیا، خلیفہ ہارون الرشید نے اس کام کے لئے "بیت الحکمہ" قائم کیا تھا جس میں بلا لحاظ مذہب و ملت بڑے بڑے ماہرین السنہ اور فضلاء وقت کو شریک کیا گیا تھا تاکہ وہ تمام کتب قدیمہ یونان کا عربی میں ترجمہ کریں، اسکے عہد میں فلسفہ یونان کی اکثر کتابیں ترجمہ ہوئیں، اسکے بعد مامون الرشید نے اس کام کو اور ترقی دی، اور اس میں بہا شک کی اور اس قدر سخاوت سے کام لیا کہ جس قدر ترجمہ کیا جاتا تھا اسی کے ہوزن سونا دیتا تھا۔

مامون ہی کی تقلید بغداد کے اکثر اہل و اہل دول نے کی، اسلئے وہاں عراق، شام، فارس، روم، اور ہندوستان سے ترجمہ کرنے کے لئے حکماء اور برہمن پنڈت وغیرہ آنے لگے۔ یونانی، فارسی، سریانی، قبطی اور لاطینی زبانوں سے مختلف علوم و فنون کی کتابوں کے ترجمے ہونے لگے، مامون کے بعد بھی چند خلفا کے زمانہ تک یہی طریقہ جاری رہا، اور تمام اہم کتابیں قدیمہ کی عربی میں ترجمہ کر لی گئیں۔

عیسائی مصنفین کی طرف سے عموماً یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے فلسفہ یونانی کو عربی میں ترجمہ کرنے میں بہت غلطیاں کی ہیں، اور وہ اس زبان میں کافی مہارت نہ ہونے کی

۱۷۰ صفحہ ۱۷۰ ج ۱۷۰ ایضاً

وہ سے فلاسفہ یونان کے خیالات کو برابر نہیں سمجھ سکے، مگر یہ صحیح نہیں ہے اسلئے کہ جب گیارہویں صدی کے وسط میں علماء یورپ نے یونانی فلاسفہ کی کتابوں کا ترجمہ کرنا چاہا، انھوں نے عربی تراجم کو اصل سے قریب تر پایا، بلکہ جو باتیں وہ اصل یونانی میں سمجھ سکے تھے انکو عربی میں سمجھا، چنانچہ یورپین مصنفین کو اس بات کا اعتراف ہے کہ عربی تراجم اصل کے مطابق نہایت صحیح ہیں۔

"اہل عرب کے اس اثر کی جو موجودہ دور تمدن کے تمام شعبہ جات پر پڑا ہے، سب سے واضح اور نمایان خصوصیتوں میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے یورپ میں قدیم مصنفین یونان کا علم پہنچایا، جسکی زبان، تصنیفات اور ناموں تک قطعی فراموش ہو چکے تھے، نہایت جرأت کے ساتھ اس بات کو قبول کرنا چاہیے کہ ان کثیر القاد و تراجم اور ان سے بھی زیادہ ان کثیر القاد و شرحوں نے جو اہل عرب نے قدیم اہل یونان کی تمام کتابوں پر لکھیں، اور جو ان کے لٹریچر کو یونانی لٹریچر کا فرزند ثانی بناتی ہیں، زمانہ حال کے لوگوں کو قدیم علوم و فنون پہلا خیال دلایا، اور محض انہی کے تراجم ان اہل و اہل اور قدیم مصنفین کی تصنیفات حاصل کرنے اور انکو سمجھنے کا ذریعہ بنے، بقول سٹرابون قدیم علوم یونانی کا ایک بہت بڑا حصہ جو اہل و اہل کے پاس پہنچا ہے وہ پہلے پہل ہلو عربوں کے ہاتھ سے پہنچا۔"

اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ مسلمانوں نے کتب فلسفہ و دیگر علوم یونان کی محافظت کی، اور انکو نئی زندگی بخشی، اور یورپ کو نہ صرف ان میں بہا تصنیفات سے آشنا کر دیا بلکہ انکا پڑھنا سکھایا، اہل یورپ کو مجبوراً ماننا پڑا ہے کہ ان قیمتی خزائن کے محافظ مسلمان ہی رہے۔

۱۷۰ صفحہ ۱۷۰ ج ۱۷۰ ایضاً

استقرار کا ذکر نہ کر دین، یورپ میں یہ عام خیال ہے کہ منطق استقرار کی ایجاد کا سہرا لارڈ
بیکن کے سر ہے، لیکن اہل یورپ کو یہ نہیں معلوم کہ امام غزالی نے اپنی منطقی تصنیفات میں
استقرار کی بنیاد ڈالی، ڈاکٹر ڈریسپر بھی استقرار کو بیکن سے منسوب کرنے کے خلاف ہے
دیکھتا ہے :-

”طریقہ استقرار کو بیکن سے منسوب کرنا گویا تاریخ کو زاموش کر دینا ہے۔“

لارڈ مکالے نے ایسیز میں بیکن کو فلاسفہ میں سب سے اونچی جگہ ٹھایا ہے مگر وہ بھی
استقرار کو اس سے منسوب کرنے کا سخت مخالف ہے، ڈاکٹر لی بان اس امر میں ہمارا انجیال
دیکھتا ہے :-

”تجربہ اور شاہدہ کو اقوال اساتذہ کے مقابل میں تحقیقات علمی کے اصول قرار دینا عموماً
بیکن کی طرف منسوب کیا جاتا ہے لیکن اس وقت تک تسلیم کرنا چاہیے کہ اسکے موجد عرب تھے،
کل محققین یورپ علی الخصوص ہبہولڈ جرمنی سیاح جنہوں نے عربی تصنیفات کو دیکھا ہے
اب اس امر کے قائل ہیں۔“

امام غزالی کی بعض منطقی تصنیفات یورپ میں طبع ہو گئی ہیں، ان میں سے ایک کتاب مفاد الفلاسفہ کے
مضمون کا ترجمہ ڈومینک گوندی سالوی نے کیا، اور وہ ۱۷۷۷ء میں بمقام دینس چپا پانگیا، یہ علامہ شبلی رحوم
کے گزرا ہے، انہیں منطق کے ابتدائی مسائل ہیں لیکن جس وضاحت کے ساتھ ان مسائل کو لکھا ہے
اس صنف نے آج تک نہیں لکھا، منطق میں ایک اور کتاب امام صاحب کی ہے جس کا نام میزان العلم ہے
اس کتاب میں یہ کتاب بالکل نایاب ہے، لیکن یورپ میں اس کا عبرانی ترجمہ جو ایک یہودی سخی
ایم جی صمدانی نے کیا تھا، مانیڈ گول دنٹال نے پینزیک میں ۱۸۳۹ء میں چپا پانگیا (دیکھو غزالی صفحہ ۵۲۳) ۵۲۱
۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵۳۱ ۱۵۳۲ ۱۵۳۳ ۱۵۳۴ ۱۵۳۵ ۱۵۳۶ ۱۵۳۷ ۱۵۳۸ ۱۵۳۹ ۱۵۴۰ ۱۵۴۱ ۱۵۴۲ ۱۵۴۳ ۱۵۴۴ ۱۵۴۵ ۱۵۴۶ ۱۵۴۷ ۱۵۴۸ ۱۵۴۹ ۱۵۵۰ ۱۵۵۱ ۱۵۵۲ ۱۵۵۳ ۱۵۵۴ ۱۵۵۵ ۱۵۵۶ ۱۵۵۷ ۱۵۵۸ ۱۵۵۹ ۱۵۶۰ ۱۵۶۱ ۱۵۶۲ ۱۵۶۳ ۱۵۶۴ ۱۵۶۵ ۱۵۶۶ ۱۵۶۷ ۱۵۶۸ ۱۵۶۹ ۱۵۷۰ ۱۵۷۱ ۱۵۷۲ ۱۵۷۳ ۱۵۷۴ ۱۵۷۵ ۱۵۷۶ ۱۵۷۷ ۱۵۷۸ ۱۵۷۹ ۱۵۸۰ ۱۵۸۱ ۱۵۸۲ ۱۵۸۳ ۱۵۸۴ ۱۵۸۵ ۱۵۸۶ ۱۵۸۷ ۱۵۸۸ ۱۵۸۹ ۱۵۹۰ ۱۵۹۱ ۱۵۹۲ ۱۵۹۳ ۱۵۹۴ ۱۵۹۵ ۱۵۹۶ ۱۵۹۷ ۱۵۹۸ ۱۵۹۹ ۱۶۰۰ ۱۶۰۱ ۱۶۰۲ ۱۶۰۳ ۱۶۰۴ ۱۶۰۵ ۱۶۰۶ ۱۶۰۷ ۱۶۰۸ ۱۶۰۹ ۱۶۱۰ ۱۶۱۱ ۱۶۱۲ ۱۶۱۳ ۱۶۱۴ ۱۶۱۵ ۱۶۱۶ ۱۶۱۷ ۱۶۱۸ ۱۶۱۹ ۱۶۲۰ ۱۶۲۱ ۱۶۲۲ ۱۶۲۳ ۱۶۲۴ ۱۶۲۵ ۱۶۲۶ ۱۶۲۷ ۱۶۲۸ ۱۶۲۹ ۱۶۳۰ ۱۶۳۱ ۱۶۳۲ ۱۶۳۳ ۱۶۳۴ ۱۶۳۵ ۱۶۳۶ ۱۶۳۷ ۱۶۳۸ ۱۶۳۹ ۱۶۴۰ ۱۶۴۱ ۱۶۴۲ ۱۶۴۳ ۱۶۴۴ ۱۶۴۵ ۱۶۴۶ ۱۶۴۷ ۱۶۴۸ ۱۶۴۹ ۱۶۵۰ ۱۶۵۱ ۱۶۵۲ ۱۶۵۳ ۱۶۵۴ ۱۶۵۵ ۱۶۵۶ ۱۶۵۷ ۱۶۵۸ ۱۶۵۹ ۱۶۶۰ ۱۶۶۱ ۱۶۶۲ ۱۶۶۳ ۱۶۶۴ ۱۶۶۵ ۱۶۶۶ ۱۶۶۷ ۱۶۶۸ ۱۶۶۹ ۱۶۷۰ ۱۶۷۱ ۱۶۷۲ ۱۶۷۳ ۱۶۷۴ ۱۶۷۵ ۱۶۷۶ ۱۶۷۷ ۱۶۷۸ ۱۶۷۹ ۱۶۸۰ ۱۶۸۱ ۱۶۸۲ ۱۶۸۳ ۱۶۸۴ ۱۶۸۵ ۱۶۸۶ ۱۶۸۷ ۱۶۸۸ ۱۶۸۹ ۱۶۹۰ ۱۶۹۱ ۱۶۹۲ ۱۶۹۳ ۱۶۹۴ ۱۶۹۵ ۱۶۹۶ ۱۶۹۷ ۱۶۹۸ ۱۶۹۹ ۱۷۰۰ ۱۷۰۱ ۱۷۰۲ ۱۷۰۳ ۱۷۰۴ ۱۷۰۵ ۱۷۰۶ ۱۷۰۷ ۱۷۰۸ ۱۷۰۹ ۱۷۱۰ ۱۷۱۱ ۱۷۱۲ ۱۷۱۳ ۱۷۱۴ ۱۷۱۵ ۱۷۱۶ ۱۷۱۷ ۱۷۱۸ ۱۷۱۹ ۱۷۲۰ ۱۷۲۱ ۱۷۲۲ ۱۷۲۳ ۱۷۲۴ ۱۷۲۵ ۱۷۲۶ ۱۷۲۷ ۱۷۲۸ ۱۷۲۹ ۱۷۳۰ ۱۷۳۱ ۱۷۳۲ ۱۷۳۳ ۱۷۳۴ ۱۷۳۵ ۱۷۳۶ ۱۷۳۷ ۱۷۳۸ ۱۷۳۹ ۱۷۴۰ ۱۷۴۱ ۱۷۴۲ ۱۷۴۳ ۱۷۴۴ ۱۷۴۵ ۱۷۴۶ ۱۷۴۷ ۱۷۴۸ ۱۷۴۹ ۱۷۵۰ ۱۷۵۱ ۱۷۵۲ ۱۷۵۳ ۱۷۵۴ ۱۷۵۵ ۱۷۵۶ ۱۷۵۷ ۱۷۵۸ ۱۷۵۹ ۱۷۶۰ ۱۷۶۱ ۱۷۶۲ ۱۷۶۳ ۱۷۶۴ ۱۷۶۵ ۱۷۶۶ ۱۷۶۷ ۱۷۶۸ ۱۷۶۹ ۱۷۷۰ ۱۷۷۱ ۱۷۷۲ ۱۷۷۳ ۱۷۷۴ ۱۷۷۵ ۱۷۷۶ ۱۷۷۷ ۱۷۷۸ ۱۷۷۹ ۱۷۸۰ ۱۷۸۱ ۱۷۸۲ ۱۷۸۳ ۱۷۸۴ ۱۷۸۵ ۱۷۸۶ ۱۷۸۷ ۱۷۸۸ ۱۷۸۹ ۱۷۹۰ ۱۷۹۱ ۱۷۹۲ ۱۷۹۳ ۱۷۹۴ ۱۷۹۵ ۱۷۹۶ ۱۷۹۷ ۱۷۹۸ ۱۷۹۹ ۱۸۰۰ ۱۸۰۱ ۱۸۰۲ ۱۸۰۳ ۱۸۰۴ ۱۸۰۵ ۱۸۰۶ ۱۸۰۷ ۱۸۰۸ ۱۸۰۹ ۱۸۱۰ ۱۸۱۱ ۱۸۱۲ ۱۸۱۳ ۱۸۱۴ ۱۸۱۵ ۱۸۱۶ ۱۸۱۷ ۱۸۱۸ ۱۸۱۹ ۱۸۲۰ ۱۸۲۱ ۱۸۲۲ ۱۸۲۳ ۱۸۲۴ ۱۸۲۵ ۱۸۲۶ ۱۸۲۷ ۱۸۲۸ ۱۸۲۹ ۱۸۳۰ ۱۸۳۱ ۱۸۳۲ ۱۸۳۳ ۱۸۳۴ ۱۸۳۵ ۱۸۳۶ ۱۸۳۷ ۱۸۳۸ ۱۸۳۹ ۱۸۴۰ ۱۸۴۱ ۱۸۴۲ ۱۸۴۳ ۱۸۴۴ ۱۸۴۵ ۱۸۴۶ ۱۸۴۷ ۱۸۴۸ ۱۸۴۹ ۱۸۵۰ ۱۸۵۱ ۱۸۵۲ ۱۸۵۳ ۱۸۵۴ ۱۸۵۵ ۱۸۵۶ ۱۸۵۷ ۱۸۵۸ ۱۸۵۹ ۱۸۶۰ ۱۸۶۱ ۱۸۶۲ ۱۸۶۳ ۱۸۶۴ ۱۸۶۵ ۱۸۶۶ ۱۸۶۷ ۱۸۶۸ ۱۸۶۹ ۱۸۷۰ ۱۸۷۱ ۱۸۷۲ ۱۸۷۳ ۱۸۷۴ ۱۸۷۵ ۱۸۷۶ ۱۸۷۷ ۱۸۷۸ ۱۸۷۹ ۱۸۸۰ ۱۸۸۱ ۱۸۸۲ ۱۸۸۳ ۱۸۸۴ ۱۸۸۵ ۱۸۸۶ ۱۸۸۷ ۱۸۸۸ ۱۸۸۹ ۱۸۹۰ ۱۸۹۱ ۱۸۹۲ ۱۸۹۳ ۱۸۹۴ ۱۸۹۵ ۱۸

اس سے صاف ظاہر ہے کہ جسطرح فلسفہ میں یورپ والے مسلمانوں کے خرمین علم کے غوشہ چین رہے، اسی طرح منطق میں بھی وہ ان کے دست نگر بنے، ڈاکٹر ذوق لکھتا ہے:-

کما اخذوا لافرنجہ اکثر علوم مهم عن العرب
اخذوا کذا کذا عنہم علم المنطق ایضاً
ولکنہ علی الوجه الذی اشتراً
الیہ) ودام عندہم علی ہذہ
المصورۃ الی الاواخر الجیل السادس
محشر للمیلاد

لے

نظریہ ارتقاء [ایڈولف شرنر] تیسری "یا نظریہ ارتقاء چارلس ڈارون کی اولیات میں شمار ہوتا ہے، جس میں اس نے نسل انسانی کی ابتدا کا سراغ لگایا ہے، اور ثابت کیا ہے کہ انسان پہلے جمادات، پھر نبات ہوا، اور پھر تبدیلی ترقی کرتے کرتے حیران کی شکل میں آیا، جسکی ہیئت اولین بندر کی تھی، اسکی نسبت ہمارے ظریف الطبع شاعر کی یہ پھبتی مشہور ہے:-

بے بندر سے ہم انسان ترقی اسکو کہتے ہیں

ترقی پر بھی نیٹو بد نصیبی اسکو کہتے ہیں

آج اکثر تعلیم یافتہ مسلمان واقف ہیں کہ اس مسئلہ کو سب سے پہلے دنیا میں پیش کرنے والے انہی کے اسلاف تھے، ہم اپنے مضمون میں تفصیل کی گنجائش نہیں پاتے، اور نہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) لے ایسیز بائی مکاے صفحہ ۴۰۴ (لندن ۱۸۹۳ء) سے تین عرب صفحہ ۴۱۰

لے زبدۃ الصحائف فی اصول المعارف صفحہ ۹۱ طبع ناصری بمبئی

مکاتے اسلام کی تصنیفات سے دکھاتے کہ کس طرح انہوں نے اس نظریہ کو ثابت کیا ہے اور دارون کے نظریہ کے ساتھ اسکو کیا مطابقت ہے،

بعض عیسائی علمائے سائنس بھی اس سے بیخبر نہیں ہیں کہ اس مسئلہ کے سب سے پہلے موجد مسلمان ہیں، چنانچہ ڈاکٹر ڈیریر لکھتا ہے:-

"بعض دفعہ تعجب ہوتا ہے جب ہماری نظریہ خیالات پر پڑتی ہے جسکی نسبت از راہ فخر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ان خیالات کے موجد ہونے کا شرف ہمیں کو حاصل ہے، مثال کے طور پر نظریہ ارتقاء و ترقی کو لیکو جسکو ہم اپنے زمانہ کا اکتشاف سمجھتے ہیں، حالانکہ اس مسئلہ کی تعلیم اس سے بہت پہلے ان کے (مسلمانوں کے) مدارس میں دی جاتی تھی، اور انہوں ان کے مجدد ہی مسمیٰ لیتے ہیں لیکن وہ ہم سے بھی آگے بڑھے ہوئے ہیں اور اجسام غیر عضوی تک کو اس کے دائرہ عمل میں داخل سمجھتے ہیں"

دنیا جانتی ہے کہ فن تارکچ کو مسلمانوں نے کس درجہ پر پہنچا دیا، "فن تارکچ" کی تدریجی ترقی کا اگر سراغ لگایا جائے تو صاف معلوم ہو جائیگا کہ اس فن کے ساتھ مسلمانوں سے زیادہ کسی قوم نے اعتناء نہیں کیا، انہوں نے اس فن میں اس قدر ترقی کر لی تھی کہ انکی طرز تارکچ نویسی کی تم کا اضافہ کرنے کی گنجائش نظر نہیں آتی، فلسفہ تارکچ کے اصول کو جسطرح ہمارے مشہور

دور فن نے سمجھا وہ کئی صدیوں کے بعد آج یورپ کی سمجھ میں آئے ہیں، پروفیسر بارگولنچ کا اقتراض کہ انکی تاریخین اس سیاسی تجربہ سے خالی ہیں، جو خاص سیاسیات ارسطالیسی کی بنیاد ہے، محض اسکی کوتاہ بینی اور تعصب پر مبنی ہے، یورپین مورخین جو فن تارکچ کے مدعی

مکاتے کتاب تاریخ الدین مصنفہ پروفیسر نواب علی ایم اے (بڑا دہ کا لکچ) جو انکی بنیاد تصنیف ہے، اس ہمارے فن کی تصدیق ہوگی

کا خاکہ برٹین رچن اینڈ سائنس صفحہ ۱۱۸، لے محمد نیرم صفحہ ۴۲۹، لے محمد نیرم صفحہ ۴۲۹

جزائریہ

ہیں اکثر جب مسلمانوں اور اسلامی ممالک کی تاریخ لکھنے بیٹھے ہیں تو ان کا ماخذ تہذیبی عربی کی وہ کتابیں ہوتی ہیں جو لفظاً تاریخ کے تحت میں نہیں آسکتیں، مثلاً کشف الظنون، نہریت ابن الخدیج وغیرہ یا متعصب عیسائی مورخین کی تاریخیں جن میں ابوالفرج ملطی کی تاریخ الدل بہت مشہور و متداول ہے، یہ کتاب جسکا لاطینی ترجمہ ڈاکٹر لیکاک نے کیا ہے اور اس میں خود کی طرف سے بھی بہت کچھ رنگ آمیزی کی ہے، اکثر اسلامی تاریخی امور میں اہل یورپ کا موجودہ زمانہ میں بہترین ماخذ ہے، گبن کی ردمن امپائر کے حصہ اسلامی تاریخ کا اکثر امور میں یہی ماخذ ہے، افسوس تو یہ ہے کہ انھوں نے کبھی ان مشہور عربی تاریخ نویسوں، طبری، یسویجی، ہرذنی، المقریزی، ابن خلدون وغیرہ کی تاریخوں کا مطالعہ غور و فکر اور ٹنڈے دل سے نہیں کیا، حالانکہ یہی کتابیں سب سے پہلے انہی لوگوں کے اعتبار سے طبع ہوئیں، اگر واقعی انھوں نے ان اصل تواریخ کو پڑھا ہے، اور پھر بھی وہ یہ کہتے ہیں کہ اسلامی تواریخ سیاسی تجربہ کے عنصر سے خالی ہیں تو سوائے اسکے کیا کہا جاسکتا ہے:-

آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند و درجہل مرکب ابدالہ ہر باند

پھر بھی کبھی کبھی کوئی حق بات انکے قلم سے نکل جاتی ہے، چنانچہ یہی مصنف اس بات کا قائل ہے کہ

”تقیذ التاریخ“ جسے جرمن زبان میں ”تقیذ اسناد“

کہتے ہیں دراصل ایک اسلامی ایجاد ہے۔

اور تاریخی تحریرات میں ہر فرقہ کے لئے ماخذ کا حوالہ جو فٹ نوٹ میں دیا جاتا ہے دراصل اسلامی طرز ہے جسکو اہل یورپ نے اختیار کیا ہے،

۱۷۰۰ء میں شک نہیں کہ بعض اہم تاریخی معلومات ہکوان فہرستوں سے حاصل ہوتی ہیں مگر اصل واقعات کو مشہور و معتبر تواریخ میں ڈھونڈنا چاہیے۔ ۱۷۰۰ء محمد زمر صفحہ ۲۲۸ ۱۷۰۰ء ایضاً صفحہ ۲۲۹

مسلمانوں نے جغرافیائی تحقیقات میں جو کوششیں کی ہیں اسکا اعتراف اکثر مصنفین یورپ کو ہے مگر یاد جو اس اعتراف کے کہ مسلمانوں کا علم جغرافیہ ذاتی شہادت پر مبنی ہے، جہاں علم جغرافیہ نے سائنسٹک طرز اختیار کی ہے وہاں وہ بطلمیوس سے ماخوذ بتلایا جاتا ہے، لیکن ان مصنفین کو نہیں معلوم کہ پہلے پہل یورپین جغرافیہ دان اور نقشہ کش عربی کتابوں ہی کے طفیل تھے، اور اسی پر داز پر اپنی کتابیں لکھتے ہیں۔

مسلمان پہلی قوم تھی جنھوں نے بلاد بعیدہ کا سفر کیا، تمام دنیا کے عجائبات دریافت کیے، حدود زمین کی پیمائش کی، مشہور جغرافی ملطرون لکھتا ہے کہ دریافت امریکہ کے لئے گلبس سے پہلے کچھ لوگ جنہیں معزورون کہتے تھے، بشونہ (اندلس کا ایک مقام) سے نکلے تھے اور وہ سب کے سب عرب تھے، دریاؤں کا سفر کرتے تھے اور عجیب و غریب مقامات اور زمینوں کی تلاش بحر اطلالطاک میں کرتے پھرتے تھے۔

بسیولیبان مسلمانوں کی جغرافیہ دانی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

”انھوں نے فن جغرافیہ کو کثرت رتبی دی اور موسیوڈی دی دین ڈی سینٹ مارٹن کے

سے لائق اور واقف کار جغرافی کا عربوں کی تحقیقات سے قطع نظر کرنا بجز اسکے سمجھ میں

انہیں آنا کہ اسلام کے خلاف اسوقت تک یورپ میں نہایت شدید موروثی تعصب

باقی ہے، تحقیقات علمی کے لحاظ سے عربوں نے وہ درست ہیئت کے حسابات کئے جنہر

نقشہ کشی کی بنا ہے، اور انھوں نے یونانیوں کی فاش مقامی غلطیوں کو درست کیا،

یاحت اور اسفار کے لحاظ سے انھوں نے ایسے سفرنامے شائع کئے جن سے دنیا کے

۱۷۰۰ء کی کامیون ”اعاطہ التاریخ عرب“ مندرجہ ہسٹریس ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۸ صفحہ ۲۰، ۱۷۰۰

۱۷۰۰ء (ترجمہ صناعت الطرب) صفحہ ۶۱۰ ۱۷۰۰ء ایضاً صفحہ ۶۰۶ بحوالہ ملطرون،

ان ممالک کے حالات جو پہلے معلوم نہ تھے اور جو ان اہل یورپ کا گذر تک نہیں ہوتا تھا

ظاہر ہوئے، تصنیفات جغرافیہ کے لحاظ سے انھوں نے وہ کتابیں لکھیں جو مابین تصنیفات کی جگہ قائم ہو گئیں اور جنکی تقلید یورپ نے کئی صدی تک اکتفا کی۔

علم جغرافیہ میں مسلمانوں کی تحقیقات و اکتشافات کا اندازہ اُنکے ان سفرناموں سے ہوتا ہے جو انھوں نے دور دور از ممالک کی سیروسیاحت اور ذاتی مشاہدات سے کئے ہیں، عجیب و غریب جغرافیائی معلومات سے پُر ہونیکے علاوہ یہ سفرنامے علم الآثار (ارکیالوجی) کا بیش بہا ذخیرہ معلومات ہیں، مارگو لیتھ لکھتا ہے:-

”ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری کے دو مشہور سیاحون ابن جبیر اور ابن بطوطہ کے سفرنامے ہمارے پاس موجود ہیں، آخر الذکر کا سفرنامہ عالمان آثار قدیمہ کے لئے معلومات کی ایک کان ہے، اور یورپ کی ایک سے زیادہ زبانوں میں اسکا ترجمہ ہو چکا ہے۔“

مصر کا عیسائی مصنف سلیمان بستانی مشہور اسلامی مورخ اور جغرافی شریف ادیبی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

”وتالیفہ يدل على حالة المعارف الجغرافية بين العرب في القرن الثاني عشر ومع انه يوجد فيه اغلاط كثيرة كما يوجد في استوائه كان ينبوع الذي استقى منه جغرافيو العرب قبل اكتشافات البرتغاليين في القرن الخامس عشر۔“

اور اسکی تصنیف بارہویں صدی عیسوی میں اہل عرب کے علم جغرافیہ کی حالت پر دلالت کرتی ہے اور باوجود اسکے کہ اس میں بہت سی غلطیاں پائی جاتی ہیں جیسی کہ استوائ کے جغرافیہ میں پائی جاتی ہیں پھر بھی پندرہویں صدی میں پرتگالیوں کے جغرافیائی اکتشافات سے قبل یورپ کے جغرافیہ نویسین کا یہی ماخذ منبہ تھا۔

اس فن کو ایک مکمل سائنس کے درجہ پر پہنچا دینے والے مسلمان علمائے علم و ہمت و نجوم اور بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ اس فن میں مسلمانوں نے اس قدر ترقی کر لی تھی کہ وہ کام جسکو اقوام یورپ نے بالکل زمانہ حال میں کیا ہے وہ اسوقت کرچکے تھے۔

اس سبب مسلمانوں کے علم نجوم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

”علوم کی کوئی شاخ جسکو اہل عرب نے سائنس کے رتبہ پر پہنچا دیا ہے تو وہ نجوم ہے، جہیں آٹھویں صدی کے وسط میں خلفاء کی زیر سرپرستی انھوں نے بہت کچھ کمال پیدا کیا اور اسکو ترقی دیتے رہے۔“

اس بات کے ماننے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں کرنا چاہیے کہ یورپ نے اس فن کے متعلق تاثر اسلامی مصنفات سے اخذ کیا اور آج تک اسپر کسی قسم کا مزید اضافہ نہ کر سکے، اس فن میں اُنکے اہم اکتشافات کا دائرہ عمل بہت وسیع ہے، جہیں سے مشتمل نمونہ از خوارے اکثر ڈریپر کی زبانی سن لینا چاہیے،

”انھوں نے ان تمام ستاروں کی فہرست تیار کی جو اس حصہ آسمان پر نظر آئے،

جو انکے مقابل تھا، اور بڑے بڑے ستاروں کے نام رکھے جو آج تک تبدیل نہیں ہوئے

انھوں نے یہ اصول دریافت کیا کہ شعاع نور ہوا میں بشکل قوس گزرتی ہے، چاند اور

سورج کے افق پر نظر آنے کی توجیہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہ اجرام قبل از طلوع و بعد از غروب

کیون دکھائی دیتے ہیں، شفق کی اصلیت اور ستاروں کے جھلکانے کی صحیح وجہ دریافت کی

یورپ میں جو پہلی رصد گاہ قائم ہوئی وہ مسلمانوں ہی کی بنائی ہوئی تھی، اجرام فلکی کی نقل

و حرکت کے متعلق انکی تحقیقات کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ زمانہ حال کے سب سے

قابل ماہران فن ریاضیات نے ان کے رصدی نتائج سے استناد کیا ہے۔

ابن رشد نے آفتاب کے کلف کو بذریعہ رصد دیکھا تھا، حالانکہ اس وقت تک یورپ والوں کو اسکی خبر بھی نہ تھی، غرضکہ مسلمانوں نے اس فن میں حیرت انگیز ترقی کی تھی، اور آج یورپ میں جو کچھ اکتشافات اس علم کے متعلق ہو رہے ہیں وہ سب اہل اسلام کے تصدیق میں ہیں، یہی اپنی کتاب "تاریخ علم الہیئت" میں لکھتا ہے:-
"یورپ میں قرون وسطیٰ میں احیاء علوم کی طرف جو پہلا قدم بڑھایا گیا وہ الفرائی کی کتاب "مبادیات علم نجوم" کا ترجمہ تھا۔"

یہ الحسن کی کتاب (الفجر والشفق) کا طفیل ہے کہ کیپلر کو انعکاس کرہ ہوائی کا علم ہوا اور یہ بہت ممکن معلوم ہوتا ہے کہ آئینک نیوٹن کا دستار پ میں سبب گرنے پر قانون کشش ثقل کو دریافت کرنا بہ نسبت اسکے زیادہ تر اہل عرب ہی کا ممنون توجہ ہو کیونکہ محمد بن موسیٰ السخارزی نے جو کچھ "حرکت اجرام سماوی" اور قوت کشش پر لکھا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ضرور موافقت عامہ (کشش ثقل) کے قانون عظیم سے بہت پیشتر واقف تھا۔

علم المناظر والمرايا ڈاکٹر لیبان نے جہاں اہل عرب کے علوم و فنون کا تذکرہ کرتے ہوئے انکی ایجادات و اختراعات کی فہرست دی ہے ان میں سب سے اعلیٰ درجہ کی ایجاد یہ بتلائی ہے کہ ۱۵۹-۱۵۸ھ آئینہ عرب صفحہ ۵۹۶ھ محمد بن کثیر الفرائی کی ایک تصنیف کتاب فی الحركات السماویة وجوامع علم النجوم ۱۶۹ھ میں یقوب غولیوس کے اہتمام سے مع لاطینی ترجمہ کے ہالینڈ میں طبع ہوئی (انتفاہ القنوع صفحہ ۲۴۲) ابو علی محمد بن الحسن بن الہشیم البصری مسلمان علمائے ہیئت دریا فی کے طبقہ میں سب سے زیادہ مشہور و معروف ہے، نہ کہ میں بمقام بصرہ پیدا ہوا، اور ۲۶۹ھ میں بمقام قاہرہ وفات پائی۔
۵۹۷ھ ہندو میں مہتری جلد ۸ صفحہ ۲۷۹

ابن نے علم المناظر میں اعلیٰ درجہ کی معلومات حاصل کیں اور اسکے لئے باریک آلات جبرقیہ ایجاد کئے، اور ایک جگہ ہیئت و نجوم کے مشہور عالم الحسن کی کتاب "المناظر" پر رائے زنی کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"بہت ہی عجیب الحسن کی کتاب المناظر ہے جسکا ترجمہ لاطینی اور اطالوی زبانوں میں ہوا تھا اور جس سے کپلر نے اپنی کتاب مناظر میں بہت کچھ کام لیا ہے، اس میں نہایت محققانہ ابواب ہیں، جن میں (۱) آئینوں کے نقطہ اجتماع الفصور (۲) اور ان میں تماثل کے ظاہری مقامات (۳) سالہ العطف شعاعی اور تماثل کا ظاہر بڑا پیچیدہ مسائل سے بحث کی ہے، اسی کتاب میں مسئلہ مندرجہ ذیل کو بھی جسکا حاصل کرنا درجہ چہارم کی مساوات پروقوف تھا، اقلیدس سے حل کیا ہے وہ مسئلہ یہ ہے:- ایک مدور آئینہ میں نقطہ انعکاس کو معلوم کرنا جو وقت کہ شے منکس اور آنکھ کا مقام معلوم ہو، موسیو شاسل جن سے بہتر اس امر میں رائے دیوالا کو کی شخص نہیں ہے، الحسن کی کتاب کو یورپ کی کل معلومات علم مناظر کا ماخذ خیال کرتے ہیں۔"

سطور محولہ بالا سے یہ بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ اس فن میں جو تحقیقات ہوئیں وہ تمام تر علمائے اسلام کی دماغی کاوشوں کا نتیجہ ہیں، اگرچہ دراصل اسکے موجد ہونے کا فخر اہل یونان کو ہے لیکن جس صورت میں یہ فن انھوں نے وضع کیا وہ بالکل سطحی اور معمولی تھا، اس فن میں انکی تصنیفات میں سے صرف اقلیدس کی ایک کتاب مسلمانوں کو ہاتھ لگی ہے جسکا عربی میں "اختلاف المناظر" کے نام سے ترجمہ ہوا۔

المناظر والمرايا علم ریاضیات اہل یونان سے مسلمانوں کو حاصل ہوا، انھوں نے اس فن میں ۱۵۹۷ھ لندن عرب صفحہ ۴۴۴ ۱۵۹۷ھ ایضاً صفحہ ۴۴۴

اہل یونان کی اکثر تصنیفات کا ترجمہ کر ڈالا، اور آج اپنی ترجموں کی بدولت اہل یورپ کو علوم ریاضیہ حاصل ہوئے، کرنیلوس فاندیک لکھتا ہے :-

خدم علماء ابناء العرب علم الریاضة
خدمت کلیة ولولا لضعاف کثیر من
مصنفات اليونان فی الریاضیات
لا نضاحفظت فی ترجمات عربیة بعد
فقدان الاصل اليونانی :-
علماء عرب نے علم ریاضی کی بہت بڑی خدمت
انجام دی ورنہ اہل یونان کی بہت سی تصنیفات
علم ریاضیات ضائع ہو جاتیں جو اہل یونانی
تلف ہو جانے کے بعد عربی ترجموں کی وجہ سے
محفوظ رہ گئیں،

خود الجبرا (Algebra) کا لفظ شہادت دے رہا ہے کہ یہ عربی الاصل ہے
اور اسلئے مسلمان ہی اس کے مجدد کہے جاسکتے ہیں، اگرچہ اصل میں ابرخس یا دیوفنطس اس علم کے
واضع بتائے جاتے ہیں، لیکن اہل عرب نے اسکی بہت کچھ اصلاح کر کے ایسے عمدہ قواعد
واصول پر اسکو مبنی کر دیا ہے کہ اب اپنی کی طرف منسوب ہونے کے قابل ہو گیا ہے،

مسلمانوں میں سب سے پہلے اس علم پر جسکو اطلاع ہوئی وہ غمہ مامون کا مشہور مترجم
ابو جعفر محمد بن موسیٰ الخوارزمی ہے، اس فن میں اسکی کتاب الجبر والمقابلہ بہت مشہور ہے
جو ۱۲۳۱ء میں علامہ رورن کے انگریزی ترجمہ کے ساتھ لندن میں چھپکر شائع ہو گئی ہے
عیسائی مورخ جرجی زیدان کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ :-

”اہل یورپ نے اپنی آخری اور موجودہ ترقی میں جبر و مقابلہ بالکل عربی سے لیا،“
ڈاکٹر ٹول کی بھی یہی رائے ہے، لیکن لکھتا ہے :-

۱۔ اتھار القدرع باو مطبع صفحہ ۱۰۰، ۲۔ طبع الدلال مصر، ۳۔ آئینہ عرب صفحہ ۶۱۳، ۴۔ المتوفی صفحہ ۱۵۵
اسکو ابو عبد اللہ محمد بن موسیٰ بن شاگرد بتلائے ہیں، ۵۔ علوم عرب صفحہ ۲۲۷، ۶۔ زبدۃ الصغیر صفحہ ۲۰۲

”عربوں نے علوم ریاضیہ کو بہت رواج دیا، انھوں نے جبر و مقابلہ میں بڑی ترقی کی
بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ اس علم کے موجد عرب ہیں“

مہمہ [کو جو ترقی مسلمانوں نے دی وہ ضرور قابلِ ملاحظہ ہے، مسلمان اگرچہ دراصل اس کے
موجد نہ تھے تاہم یورپ میں سب سے پہلے رقوم ہندسیہ کو روشناس کرنیوالے یہی تھے،
والہ کی لکھتا ہے :-

”اہل عرب بڑے اعزاز کے مستحق ہیں محض اسلئے کہ انھوں نے ہندوؤں کے رقوم
ہندسیہ کے طریقہ کو اختیار کیا اور اسکو اہل یورپ کے ہاتھوں میں پہنچایا، یہ تعجب خیز
اثر ہے کہ آخر الذکر نے کیوں ان سخت غیر آسان رومی اعداد کا بار بار استعمال اتنی
جائزہ رکھا ہے۔“

اب فن طب میں بھی اہل اسلام کو یورپ کے استاد ہونے کا فخر بجا طور پر حاصل ہے
اس فن میں جو ترقیاں انھوں نے کیں، اور جو بیشمار ذخیرہ کتب انکی مسلسل تحقیقات نے
راہم کر دیا اسکو بیان کرنا ہمارے مقاصد سے باہر ہے، اسلئے ہم صرف یورپ میں مصنفین کے
اقوال سے اس بات کو ثابت کرینگے کہ فن طب میں اہل اسلام کا اثر یورپ پر کہاں تک
پڑا ہے،

یورپ میں سب سے پہلا مدرسہ طبیبہ سلرلو (جنوب اٹلی) کا مدرسہ تھا جو مسلمانوں نے
کام کیا، جس نے اٹلی اور یورپ میں فن طب کی تعلیم کو زندہ کیا،
مارکو لیچہ لکھتا ہے :-

۱۔ تمدن عرب صفحہ ۱۷۱، ۲۔ آئینہ عرب صفحہ ۶۱۳، ۳۔ مضمون احاطہ تاریخ عرب مندرجہ ہٹوئیں ہٹری
۴۔ صفحہ ۲۰، ۵۔ کافلکٹ صفحہ ۱۱۵، ۶۔ رومن امپائر از رگین صفحہ ۱۲۱، ۷۔ جلد ۵ (ایوری میں اوٹیشن)

"سلمانوں کی طب کا اثر یورپ میں مدت دراز تک قائم رہا اور سترہویں صدی تک طب کے لئے عربی زبان کی تفصیل لازمی امر سمجھا جاتا تھا اور لازمی اور ابن سینا کی تصنیفات سے اب تک اہل یورپ آشنا ہیں۔"

فن جراحی کا مشہور عالم شیخ ابوالقاسم ابن عباس القرطبی الاندلسی الزہراوی (المتوفی ۱۰۰۸ھ) ہے جسکو اہل یورپ البقاسس کہتے ہیں، اس نے بہت سے آلات جراحی ایجاد کئے، جنکی تصاویر اسکی کتابوں میں درج ہیں، پتھری نکالنا جو اس وقت بالکل جدید عمل سمجھا جاتا ہے دراصل اسی نامور کی ایجاد ہے، اس مشہور شخص کی تصنیفات پندرہویں صدی میں یورپ میں پہنچیں، بقول ہالرائن کل جراحوں کا جوہر وہیوں صدی کے بعد گزرے ہیں، اسی کی تصنیفات پر دارو مدار تھا۔ اسکی تصنیفات پہلے ۱۴۹۷ء میں لاطینی میں طبع ہوئیں انکی اخیر طبع نہایت جدید ہے جو ۱۸۶۱ء میں ہوئی اس سے قیاس ہو سکتا ہے کہ سلمانوں کی طب سے یورپ کتنا فائدہ اٹھاتا رہا ہے، جسکا اثرات کو آج دھندلے پڑ گئے ہیں مگر تاج کی روشنی میں وہ اسی آب و تاب سے چمک رہے ہیں۔

علم الکیمیا | علم طب کے ددش بدوش کیما نے بھی اطباء اسلام کے ہاتھوں میں نشو و نما پائی، اگرچہ آج اس فن نے بجد ترقی کر لی ہے پھر بھی جو جدید اکتشافات آجکل ہو رہے ہیں وہ وہی ہیں جو کئی صدی پیشتر مسلمان کرچکے تھے، انھوں نے مختلف قسم کے تیزاب نکالے۔
۱۔ محمد نزم صفحہ ۲۴۳ ۲۔ تدن عرب صفحہ ۱۵۴ ۳۔ فن جراحی میں اسکی ایک کتاب ۱۷۷۵ء میں آکسفورڈ میں لاطینی میں ترجمہ ہوئی ہے، (دائرة المعارف جلد ۲ صفحہ ۳۱۴) ۴۔ تدن عرب صفحہ ۱۵۱، ۵۔ تدن عرب جرجی زیدان، ۱۸۵۲ء

نارنگ ایڈ، نائٹرو ہیڈروکلورک ایسڈ وغیرہ ایجاد کئے، غازی (گیس) کی خاصیتیں دریافت کیں، پرناس، ایڈینیا، نائٹریٹ آف سلور، کلورائیڈ آف مرکوری، وغیرہ کیمیائی مادے تیار کئے، اسفلرک ایسڈ اور الکحل جیسی چیزیں اختراع کیں، اسلئے ڈاکٹر ڈریپر کا یہ کہنا کچھ غلط نہیں ہے کہ

"انہوں نے تیزابوں کی ایجاد اور سائنٹفک نقطہ بنیال سے علم کیمیا کی صحیح بنیاد ڈالی۔"

مورخ گبن بھی اس بات کا قائل ہے کہ

علم کیمیا اپنے ارتقاء اور صلیت کے لئے اہل عرب کی سعی و کوشش کا مرہون منت ہی انہوں نے سب سے پہلے عمل تقطیر کے لئے قرع ابنق

کیا اور فطرت کے عوالم ثلاثہ (موالید ثلاثہ) کے مادلن کا تجربہ کیا، الکحل اور تیزاب کے تناسبات اور امتیاز کو معلوم کیا، اور معدنیات سمیہ کو نہایت مفید ادویات میں تبدیل کر دیا، مگر کیمیاے عربی کی سب سے پرشوق جستجو استحالہ فلزات اور الاکیر کے لئے تھی۔

اسلام میں جابر بن حیان جسکو یورپین مورخ گبر جابر (Jabir) کہتے ہیں سب سے پرانا کیمیائی (Chemist) ہے جسکی متعدد کتابیں لاطینی میں ترجمہ کی گئیں، ان میں سے ایک کتاب سخی بہ نتائج التکلیل کا ترجمہ ۱۶۷۲ء میں فرینچ میں ہوا، (اسی ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتاب کتنے دنوں تک یورپ میں مستند سمجھی گئی، فن کیمیا سے طب کو بہت مدد ملی اور

۱۔ آٹلیچوئل ڈو پینٹ آف یورپ جلد اول صفحہ ۴۰۸، ۲۔ تدن اسپانر جلد ۵ صفحہ ۴۱۵، ۳۔ ابوسوی جابر بن حیان بہت مشہور شخص ہے اسکا زمانہ ۷۶۵ء کا ہے کہتے ہیں کہ اسکی تصنیفات علم کیمیا میں ایک ہزار سے زائد ہیں، ۴۔ تدن عرب صفحہ ۱۵۴، ۵۔ تدن عرب صفحہ ۱۵۱

آخرین اہل عرب نے بارود بنانے کی ویسی ہی ترکیب بیان کی ہے جیسی کہ آجکل پائی جاتی ہے۔

یورپین مورخ تو عدم واقفیت اور تعصب کی بنا پر ہر اس بات کا انکار ہی کر دیا کرتے ہیں جبکہ مسلمانوں سے منسوب کرنا پڑے جیسا کہ طامس کل نے کئی مورخین یورپ کے حوالے سے اسکی شبہ بتایا ہے اگر ان میں کئی متعصب ہونے کے باوجود بعض ایسے خوش شناس ہیں جو یہ کہتے ہیں :-

”اہل عرب حیرت انگیز مگر خوفناک ایجادات میں ابھی زیادہ مشغول نہ ہونے پائے تھے کہ نہایت اہم نتائج ظہور پذیر ہونے شروع ہوئے، سائنس کا نقطہ خیال سے تیز ابولن کی ایجاد نے علم کیمیا کی صحیح بنیاد ڈالی اور سیاسی نقطہ نظر سے بارود کی ایجاد نے دنیا میں انقلاب پیدا کر دیا۔“

لکینس | لکینکس اور مسلمان ”اس موضوع پر علامہ شبلی نے ایک محققانہ مضمون لکھا ہے جو ان کے رسائل میں شامل ہے، اس میں مختصر مگر محققانہ طور پر مسلمانوں کے لکینکس میں آلات ایجاد کرنے اور اس فن میں انکی تصنیفات وغیرہ کا ذکر کافی طور پر کر دیا ہے، اسلئے یہاں ہم صرف ان کے لیجان کے اس قول پر اکتفا کرتے ہیں :-

عربوں کو لکینکس کی اور خصوصاً عملی لکینکس کی بہت وقعت تھی اور وہ آلات جو انکے بنائے ہوئے آج بھی بکول سکتے ہیں اور وہ واقعات جو انکے متعلق قدیم مورخوں نے لکھے ہیں ان سے عربوں کی لیاقت کا ایک بلند خیال پیدا ہوتا ہے۔“

۱۔ تمدن اسلام جلد اول صفحہ ۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱،

گھڑی کی ایجاد سب سے اعلیٰ ایجاد جو اس فن میں مسلمانوں نے کی وہ گھڑی ہے جو زمانہ حال کے تمدن و معاشرت کا جزو لا ینفک بنی ہوئی، اور جس کے بغیر دنیا کا کام مشکل حل ہوتا ہے۔ اہل یورپ اور خصوصاً فرانسیسی مورخ تو اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ سب سے پہلی گھڑی جس کا علم اُن کے ملک میں ہوا وہ گھڑی تھی جو خلیفہ ہارون الرشید نے (سنہ ۱۷۰ مین) شارلین بادشاہ کو بھیجی تھی، اور اس زمانہ کے لحاظ سے ایسی عجیب و غریب چیز تھی جس نے شارلین کے درباریوں کو حیرت میں ڈال دیا، اور وہ اس کو سحر سمجھنے لگے، یہ گھڑی اس صنعت سے بنائی گئی تھی کہ اس میں بارہ چھوٹے چھوٹے دروازے رکھے گئے تھے، ہر گھنٹہ گزرنے کے بعد دروازہ کھلتا، اور اس میں سے گھنٹوں کی تعداد کے مطابق تابنے کی گویاں ایک لوہے کی تھالی پر گر کر آواز دیتیں، اور اس وقت تک یہ دروازہ کھلا رہتا جب ان بارہ دروازوں کا دورہ پورا ہو جاتا تو بارہ سواروں کی تصویریں دروازوں سے نکل کر گھڑی کی سطح پر چکر لگاتیں، پندولم (رقاص) والی گھڑیاں ایک عرصہ کے بعد ظہور میں آئیں، ڈاکٹر نفل لکھتا ہے کہ پوپ سلوسٹر ثانی نے جو جربرٹ کے نام سے مشہور تھا اور اندلس جا کر اس نے مسلمانوں کے علوم و فنون کی تحصیل کی تھی، یہ شخص ریاضیات اور جبر ثقیل وغیرہ کا بڑا ماہر تھا اور یہی پہلا شخص ہے جس نے مسلمانوں سے سیکھ کر قوم ہندسیہ کو یورپ میں پہنچایا، پہلا شخص ہے جس نے پندولم والی گھڑی ایجاد کی، مگر ڈاکٹر ڈیرپر معترف ہے کہ سب سے پہلے یہی لوگ ہیں جنہوں نے پندولم کا اہم سے تعارف کرایا۔

آلہ قلب نا | یا میریزس کمپاس کی ایجاد بھی عربی دماغ کی ہمنون ہے، اس کا استعمال

۱۰۰ زبدۃ الصالحات فی اصول المنار صفحہ ۶۹ سے کشف المنہاج عن فنون الادب با صفحہ ۲۱۸ مصنفہ احمد

فارس آفندی، ۱۰۰ زبدۃ الصالحات صفحہ ۷۲ سے کافلکٹ صفحہ ۱۱۶

اہل عرب نے اکیار ہون صدی عیسوی کے آغاز میں کیا، کہا جاتا ہے کہ اس کے موجد اہل چین ہیں مگر بقول لیسان اس کا کوئی ایسا ثبوت نہیں ملتا کہ انھوں نے دریائی سفر میں اس کا استعمال کیا ہو، برخلاف اسکے اہل عرب بڑے جہاز ران تھے اور چین سے سو فٹ کے تعلقات قائم ہو چکے تھے جبکہ اہل یورپ کو اس ملک کے وجود تک کا علم نہ تھا وہ اس کو سمجھتے تھے کہ اس کے لئے استعمال کرتے تھے، اور برتری و بحری دونوں اہل عرب اس سے کام لیتے تھے، ڈاکٹر لیسان اور سیوسید یونے بدلائل ثابت کیا ہے کہ اس کے موجد مسلمان تھے اور انھوں نے ہی اس کو اول یورپ میں پہنچایا۔

صنعت کاغذ سازی | فن کاغذ سازی کو رواج دیکر مسلمانوں نے دنیا کو فی الواقع اپنا بہت بڑا احسان بنایا ہے جو بمقابلہ دیگر احسانات کے زیادہ وزنی ہے، اور اس طرح اشاعت علم کی وہ اہم بالشان اور کارآمد خدمت انجام دی جس کی توقع مسلمانوں کی علم پرست قوم سے ہو سکتی تھی، ازمنہ وسطیٰ میں اہل یورپ مدت تک صرف چمڑے پر لکھتے رہے جو اس قدر گران تھا کہ کتابوں کی اشاعت نہ ہو سکتی تھی، اور چند روز میں وہ اس قدر نایاب ہو گیا کہ یونانی اور رومی راہبوں نے بڑی بڑی قدیم تصنیفات کے حروف پھیل کر ان کے صفحوں پر اپنے مذہبی مسائل لکھنے شروع کئے، اور اگر مسلمان کاغذ سازی کو رواج نہ دیتے تو یہ راہب کل قدیم تصنیفات کو جگہ وہ محافظ سمجھے جاتے تھے تلف کر دیتے۔ انہی مسلمانوں کی بدولت نہ صرف ان کی قدیم مذہبی کتابیں محفوظ رہ گئیں بلکہ اشاعت علوم میں بھی معتد بہ ترقی ہوئی مشہور مورخ گبن کو اس امر کا اعتراف ہے کہ اسلامی ممالک میں سے کاغذ سازی کی پیش بہا

۱۰۰ ہٹورین ہٹری جلد ۸ صفحہ ۲۷۵ سے تمدن عرب صفحہ ۴۴۴ سے ایضاً صفحہ ۴۰۴ و خلاصہ

۱۰۰ العرب سیدیو، ۱۰۰ تمدن عرب صفحہ ۴۴۲

صنعت یورپ میں پہنچی، موسیٰ سدیک کہتا ہے :-

”سندھ میں سمرقند بخارا میں رشتم سے کاغذ بنائے جانے لگے تھے اور سندھ میں یوسف بن عمرو نے رشتم کی بجائے ردی کا کاغذ ایجاد کیا جو کاغذ، شقی کے نام سے مشہور ہے اور جیکا ذکر مورخین یونان نے بھی کیا ہے، اسپین میں پرانے کپڑوں اور جھٹروں سے کاغذ بنانے کے کارخانے عام طور پر قائم ہو گئے تھے، تیرہویں صدی عیسوی میں عربی کاغذ کا قیطنیہ میں رواج ہوا، اردوہان سے فرانس، اٹلی، انگلینڈ، جرمنی وغیرہ ممالک یورپ میں پہنچا،

اسلامی علوم کی کتابوں کے عربی سے یورپ کی زبانوں میں سب سے پہلے تراجم بارہویں ترجمے یورپ کی زبانوں میں صدی کی ابتدا میں ان یہودیوں اور مسلمانوں نے کئے جو مبدل بہ عیاضیت ہو چکے تھے، ان کے بعد اٹالی یورپ اس کام میں مشغول ہوئے مثلاً گیسرڈ (باشندہ کریمونا) البرٹس سلینس جو عربی لباس پہنا کرتا تھا، اور جو پیرس میں ابن سینا اور فارابی کی تصنیفات کے ذریعہ سے فلسفہ ارسطو کا درس دیتا تھا اور پچھلے اسکات جس نے قیطنیہ میں ۱۲۱۷ء میں عربی کی تحصیل کی،

تیرہویں صدی راجر بیکن، اور ریماٹال (سنہ ۱۲۷۰ء) جنھوں نے لوگون کو فلسفہ اور سائنس کے لئے مشرقی زبانوں کی اہمیت بتائی،

چودہویں صدی (سنہ ۱۳۱۱ء - ۱۳۱۲ء) پوپ کلینٹ پنجم کی طرف سے روما، پیرس، بولونا، آکسفورڈ اور سالانکا میں عبرانی اور عربی کی تعلیم کے لئے پروفیسر مقرر کئے گئے جنکی کلیسا

لے رومن اسپا، جلد ۵ حصہ ۱ تاریخ اسلامی لکھنؤ میں ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۵ صفحہ ۱۲۷ سے ماخوذ از لائبریری ہسٹری آف پریشا از پروفیسر براؤن جلد اول صفحہ ۳۹ تا صفحہ ۴۱

کی طرف سے سخت نگرانی ہونے لگی تاکہ کہیں یہ تعلیم پابندی مذہب عیسوی کے لئے ہلک اور خطرناک نہ ثابت ہو، ان پانچوں تعلیمی مرکزوں میں دو دہر پروفیسر مقرر کئے گئے تھے، جن کو حکومت یا کلیسا کی طرف سے خواہین دی جاتی تھیں، ان پروفیسروں کا کام یہ تھا کہ وہ عبرانی اور عربی زبان کی اعلیٰ تصانیف کا صحیح لاطینی میں ترجمہ کرتے اور طلباء کو ان زبانوں میں گفتگو کرنے کی مہارت، مشنری اغراض کے لئے پیدا کرتے تھے،

سولہویں صدی | بہر حال یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ابتدا میں ان تجاویز کا کوئی کامیاب نتیجہ نکلا ہو، یا عربی زبان کی تعلیم میں معتد بہ ترقی ہوئی ہو، سنہ ۱۵۷۷ء میں کلج ڈی فرانس کی بنیاد فرانسس پنجم نے ڈالی اگرچہ قبل ازیں آرم چند آت مانت پلیر سنہ ۱۵۷۷ء میں ابن سینا اور ابن رشد کی کتابوں کے بعض حصص کا لاطینی میں ترجمہ کر چکا تھا، مگر وہ نامور اسکالر اور سیلح گلامی پوسٹل (المتوفی ۱۵۷۷ء) سب سے پہلا فریج مستشرق کہلانے کا مستحق ہے جس نے عربی کے ٹائپ بنوائے، اور ۱۵۷۷ء میں پھیری سوم نے

کلج ڈی فرانس میں عربی کی پروفیسری قائم کی اور چند سال کے بعد مہوری ڈی بریوس جو کہا جاتا ہے کہ، مشرقی ادب کا نہایت عمدہ مذاق رکھتا تھا، سفیر بنا کر قسطنطنیہ بھیجا گیا، اس کے مرنے کے بعد اس کے تمام مسودات عربی، فارسی، ترکی، شامی وغیرہ وائی نیردیم کے پاس لائے گئے اور اپیری میری رائل کے عظیم الشان شاہی کتب خانہ میں داخل کر دیئے گئے،

سترہویں صدی | یورپ میں عربی نیز دیگر السنہ مشرقیہ کی تعلیم کی تکمیل یہ کہنا چاہئے کہ پندرہویں صدی میں ہوئی جس کے بعد تدریج اس کی ترقی کی رفتار بہت دھیمی آہستہ رہی، اس صدی میں پہلے سرطاس ایڈم نے اور پھر اسقف لارڈ نے

جنگ و جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

تعداد	علم
۹۰	فلسفہ و طبیعیات
۷۰	ریاضی و نجوم
۹۰	طب
۲۹۰	کیمیاء و علم الاجسام

یہ ترجمہ شدہ کتابیں دو قسم کی ہیں:-

- (۱) وہ کتابیں جن کو خود مسلمانوں نے یونانی زبان سے ترجمہ کیا تھا، اہل یورپ نے ان کتابوں کو عربی ہی سے ترجمہ کیا مگر وہ اصل مصنفین کی طرف منسوب کر دی گئیں،
- (۲) وہ کتابیں جن کو ان علوم میں ہمارے پیدا کرنے کے بعد خود علمائے اسلام نے تصنیف کیا تھا،

یہاں ہم ان مصنفین کی ایک فہرست درج کرتے ہیں جن کی تصنیفات کا ترجمہ یورپ کی زبانوں میں ہوا،

کیفیت

نام مصنف

نشر

ابو الحسن علی ابن راصل

اسکی تصنیفات زیادہ تر علم الفلک میں تھیں
آلات رصدیہ پر اسکی ایک کتاب کا ترجمہ پرفیسر
سیدیونے ۲ جلدوں میں ۱۸۳۵ء میں پیرس سے
شائع کیا،

علم ہیئت کا بڑا ماہر تھا، سیدیونے اسکی

۲ ابوالوفاء البوزجانی

دو جگہ یعنی کیمبرج میں ۱۲۳۵ء میں اور آکسفورڈ میں ۱۲۳۶ء میں عربی کی پروفیسر شپ
قائم کی جن میں سے آخر الذکر جگہ میں ڈاکٹر لوپاکاک کا سا مشہور مستشرق، اور اول الذکر میں
ابرحام دہلیکوٹ مقرر کئے گئے تھے،

اٹھارویں صدی، ۱۷۵۰ء میں اراکین سلطنت فرانسیسی السنہ مشرقیہ (عربی،
فارسی، ترکی) کی تعلیم کے لئے ایک درسگاہ قائم کی اس کے بعد سے بلا دیورپ میں بہت
مشرقی مدارس قائم کئے گئے وہ اسی طرز پر تھے، یہ درسگاہ زیادہ تر دو آدمیوں کی
سعی و کوشش سے قائم ہوئی جن میں سے ایک مشہور مستشرق بلو سترڈی ساسی اور
دوسرا لوئی گکے (۱۷۳۳ء-۱۸۰۶ء) جو ہندوستانی السنہ کا پروفیسر تھا، اٹھارویں
صدی کے اخیر میں جن اسباب سے علوم مشرقیہ کی زیادہ اشاعت ہوئی ان میں
سب سے بڑا سبب ایشیائیک سوسائٹیاں ہیں، سب سے پہلی ایشیائیک سوسائٹی
۱۷۸۵ء میں شہر بیویا (جزائر ہند مقبوضہ ہالینڈ) میں قائم ہوئی، اس کے بعد اسی طرح
کی دوسری سوسائٹی ولیم جانس (۱۷۹۵ء-۱۸۰۵ء) نے جنرل ایشیائیک سوسائٹی
کے نام سے کلکتہ میں قائم کی، اس سوسائٹی کے نمونہ پر ہندوستان میں دوسری
ایشیائیک سوسائٹیاں قائم ہوئیں جن میں سب سے زیادہ مشہور ایشیائیک سوسائٹی
آن بنگال ہیرجوس ۱۷۸۵ء میں قائم ہوئی،

فہرست تراجم و مترجمین، عربی زبان سے جن کتابوں کا ترجمہ اہل یورپ نے کیا وہ عموماً
لاطینی میں ہوا، اور مترجمین نے جن کتابوں کے ترجمے کئے ان کی تعداد تقریباً تین سو

۱۷ ماخوذ از آداب العربیہ فی القرن التاسع عشر للوئیس شیخو طبع بیروت جلد اول، ۱۸۷۵ء ماخوذ از
رسائل المؤید واللال، الکفاء القنوع، سیاحتہ المعارف، وغیرہ،

تقریباً تمام تصنیفات کا ترجمہ کیا جو ۱۲۸۴ء میں
پیرس سے شائع ہوئے،

۳ یعقوب کندی

مشہور فیلسوف جس کی بدولت عرب پر سے یوکرینی
اٹھ گیا کہ اب تک نسل عرب سے کوئی شخص غیر زبان کا
ماہر یا حکیم و فلاسفر نہیں ہوا، اسکی ایک طبی تصنیف
لاطینی میں ترجمہ ہوا اور ۱۵۳۱ء اور ۱۶۲۷ء کے
مابین کئی بار شائع ہوا،

۴ موسیٰ خوارزمی

جبر و مقابلہ میں اس نے ایک رسالہ لکھا تھا
جس کا ترجمہ علامہ روزن نے ۱۲۸۳ء میں انگریزی
میں کیا، اس سے پیشتر بارہویں صدی میں رودلف
دی بروج نے اس کا ترجمہ لاطینی میں کیا تھا،
اس نے علم الفلک میں ایک کتاب لکھی تھی جسکے
لاطینی میں تین ترجمے ہوئے، ایک ترجمہ یوحنا
اشبیلی نے بارہویں صدی عیسوی میں کیا
جو ۱۴۹۳ء میں فرارمی سے شائع ہوا،

۵ ابوالحسن الفرغانی

اسکی تصنیفات کا عبرانی میں ترجمہ ہوا لیکن
وہ شائع نہیں ہوئے،

۶ ابونضر فارابی

اس کی اکثر تصانیف کے، جو طب، فلسفہ، ہیئت
وغیرہ میں تھیں، لاطینی میں ترجمے ہوئے اور ۱۵۵۲ء میں

۷ ابن رشد

ابن سینا

یہ مختلف ناموں سے شائع کئے گئے،

قانون کا ترجمہ لاطینی میں ہوا اور بار بار چھپا،
پہلی اشاعت ۱۴۸۴ء میں ہوئی اور اسکی تصنیفات
کی شرحیں اٹھارویں صدی کے آخر تک شائع
ہوئیں،

جابر ابن حیان

فن کیمیا کا زبردست عالم پیرس کی پبلک بریری
میں، لاطینی زبان میں اس کی چھ کتابیں جو دہین
اسکی اکثر کتابیں طبع ہوئیں، سب سے پہلے اسکی
تصنیفات ۱۴۹۹ء میں چھاپی گئیں، اسکے بعد
۱۶۴۲ء میں لاطینی سے فرینچ میں انکا ترجمہ ہوا
اسکی کتابوں کے انگریزی ترجمے ہوئے اور ۱۶۶۸ء
میں طبع ہوئے،

جابر فلکی

ہیئت میں اسکی ایک تصنیف تھی جس کا ترجمہ
لاطینی میں ہوا،

ابن عباس الزہراوی

طب اور سرجری میں علامہ دہر تھا اسکی ایک
کتاب طب قطری و عملی میں مسمی بہ التصریف میں
عمر عن التالیف ہے، اس میں فن جراحی کے
معلق جو حصہ ہوا اسکا ترجمہ عبرانی میں معہ ترجمہ
لاطینی کے ۲ جلد میں اکسفورڈ سے علامہ تشانغ نے

۱۲ احسن ابن الہیثم

چھاپا، اور پوری کتاب کا ترجمہ لاطینی میں ہو کر
۱۹۱۵ء میں ادغسورخ سے شائع ہوا،

ریاضیات کا بڑا عالم تھا، اسکی کتابوں کا لاطینی
میں ترجمہ ہوا اور وہ ۱۵۵۷ء میں شائع ہوئے،

ہندسہ میں اسکی ایک تصنیف کا خلاصہ موسومہ دیو
نے چھاپا، علم مناظر میں اسکی کتاب جوسات

جلد دن میں ہر اسکا ترجمہ لاطینی میں ہوا اور

بازل سے شائع ہوا،

۱۳ ابن العوام اندلسی

علم نباتات کا ماہر تھا، فن زراعت پر اسکی ایک

کتاب تھی جس کا ترجمہ فرنج زبان میں موسومہ کلمان

نے کروایا اور ۱۸۶۶ء میں چھاپا،

۱۴ ابو ذکریا محمد ابن محمود القزوی

جغرافیہ اور نیچرل ہسٹری (تاریخ طبعی) کا بڑا

ماہر تھا، اس کی مشہور تصنیف عجائب المخلوقات

کا نسخہ فرنج زبان میں ترجمہ ہوا اور ۱۸۵۷ء

میں پیرس سے شائع ہوا، اور لاطینی ترجمہ معہ

لاطینی شروح کے ۱۸۵۹ء میں لپزیگ سے ولیم

فرلک کے اعتناء سے شائع ہوا،

۱۵ ابن البیطار

علم نباتات میں اسکی ایک کتاب "الجامع المفرد"

لاادویہ و الاغذایہ کا ترجمہ ڈاکٹر لکرک نے

ابن یونس

نصیر الدین طوسی

الوغ بیگ

ذکر یارازی

دو جلدوں میں کیا جو ۱۸۷۷ء میں پیرس سے شائع ہوا،

علم ہیئت میں اس کی مشہور تصنیف کتاب الزیج

الکبیر الحاکمی کا ترجمہ علامہ کوسان دمی برسفال

نے ۱۸۷۷ء میں مع اصل متن کے ۴ جلدوں میں

پیرس سے شائع کیا،

ہیئت میں اس نے بلاگو کے حکم سے ایک زیج

مرتب کی تھی جو "زیج افغانی" کے نام سے مشہور ہے،

اسکا خلاصہ لاطینی میں ۱۸۷۷ء میں شائع ہوا،

اور پیشتر ۱۶۵۲ء میں بھی چھپا تھا،

امیر تیمور کا پوتا، بڑا ریاضی دان تھا، اسکی تصنیف

سے "زیج سلطانی" ہے، لاطینی میں اسکا ترجمہ ہوا،

یہ کتاب ۱۶۶۵ء میں آکسفورڈ سے اور ۱۶۷۵ء میں

لندن سے شائع ہوئی،

مشہور طبیب، اسکی تصنیفات کی تعداد تقریباً

۲۲۶، اس کی اہم کتابوں کا ترجمہ لاطینی

میں ہوا اور ۱۸۷۶ء میں شائع کی گئیں، جدری

(چھپ) پر اس کے ایک رسالہ کا ترجمہ لاطینی

زبان میں ۱۸۷۶ء اور ۱۸۷۷ء میں چھپا اور اسکے

ترجمے یورپ کی اکثر زبانوں میں ہوئے،

۲۰ ابن طفیل اندلسی

نمبر ۵ جلد

معارف

نمبر ۵ جلد

بیان ہم مصنفین کے ساتھ ان کی تمام تصنیفات کی ایک مفصل فہرست دینا مناسب سمجھتے ہیں جن کا ترجمہ یورپ کی متعدد زبانوں میں ہوا، اگرچہ یہ فہرست مکمل نہیں کہی جاسکتی تاہم اس سے یہ اندازہ کرنے کا موقع ملے گا کہ یورپ تمام علوم و فنون میں مصنفین اسلام کا کس قدر زیر بار احسان ہے،

نام کتاب

مصنف

مترجم

یعقوب کندی

السمع والبصر

الغایۃ

الاحکام

التوحید

الاسباب المختلفہ

مستقبل المعرفة

اقرابا دین فی ترکیب الادویہ

الامطار والرياح

خصائص العناصر

السمع الطبيعي

المنطق

العلوم

مطلع العلم

اقسام الفلسفہ

فارابی

گریمونی

گندیانفی

ہدیت و فلسفہ کا بڑا عالم تھا، فلسفہ میں اس کی مشہور کتاب جی بن یقطان کا ترجمہ لاطینی میں ڈاکٹر پوکاک نے ۱۶۷۱ء اور ۱۶۷۲ء میں آکسفورڈ سے مع اصل متن کے شائع کیا، فلسفہ ارسطو کا ماہر اور ابن سینا کا شاگرد، عقلیات میں اس کے دو مقالے جرمنی میں مع اصل متن اور شروح کے لیشریک میں ۱۶۷۱ء میں ڈاکٹر سلیمان بوہرنے شائع کئے، فن طب کی اس کی ایک کتاب تقویم الابدان فی تدبیر الانسان کا ترجمہ فریچ میں ۱۶۷۳ء میں استراسبورگ سے شائع ہوا،

۲۱ ابوالحسن بہمنیار

۲۲ یحییٰ بن جزلہ

۲۳ ابومروان ابن زہراندلسی معالجات طب میں اس کی ایک کتاب التیسیر فی املد اداۃ والتدبیر کا لاطینی ترجمہ ۱۶۹۹ء میں بندقیہ سے اور ۱۶۷۳ء میں لیون سے شائع ہوا، حمیات میں اس کے دو رسالوں کے ترجمے ۱۶۷۵ء میں لاطینی زبان میں بندقیہ سے شائع ہوئے، جو اطباء یورپ کے نزدیک اب تک مستند و معتبر سمجھے جاتے ہیں،

۱۵	العقل والمعقول	فارابی	نامعلوم	۳۴	ما بعد الطبيعة	ابن سینا	گوندیانی
۱۶	الکیمیا	"	"	۳۵	الطبیعیات	"	"
۱۷	الحاوی	زکریا رازی	فراغوث	۳۶	السماء والعالم	"	"
۱۸	المنصوری	"	گرمیونی	۳۷	مختصر الحيوان	"	اسکات
۱۹	الضوء	"	"	۳۸	التعريفات	"	نامعلوم
۲۰	الاقسام	"	"	۳۹	الکیمیا	"	"
۲۱	المدخل فی الطب	"	"	۴۰	الحجر الفلسفی	"	"
۲۲	الاغذیه	"	"	۴۱	المحدود	"	"
۲۳	علل المفاصل	"	نامعلوم	۴۲	المنطق	"	"
۲۴	امراض الجلد	"	"	۴۳	الفلسفة الاولى	"	"
۲۵	الترياق	"	"	۴۴	الکليات فی الطب	ابن رشد	ارمنکو
۲۶	المجدری والخصیه	"	"	۴۵	رسالة توحيد الفلسفة	"	مولر
۲۷	شرح الرسائل فی اسرار الحکمة المشرقية	ابن سینا	علامه مهران	۴۶	الادوية المفردة	"	ماين
۲۸	القانون	"	گرمیونی	۴۷	الترياق	"	نامعلوم
۲۹	قلب الانسان	"	فیلنوف	۴۸	السموم	"	"
۳۰	الارجوزة فی الطب	"	ارمنکو	۴۹	شرح السماء والعالم	"	اسکات
۳۱	شرحها	"	"	۵۰	شرح النفس	"	"
۳۲	الشراب	"	الیاغوس	۵۱	القوى الطبيعية	"	"
۳۳	النفس	"	اشبیلی	۵۲	الراجم	"	"

۵۳ احکام النجوم	ما شاء الله	اشبیلی	۴۹ رعود التبانی	محمد بن جابر البتانی	نامعلوم
۵۴ احکام القرائات والمنازجات	"	"	۵۰ الجبر	ابو کامل خجا	گرمیونی
۵۵ الاسطرلاب	"	نامعلوم	۵۱ الاسطرلاب	ابن صفار	نامعلوم
۵۶ الدائرة	"	گرمیونی	۵۲ المثلثات الکرویة	جابر بن قنح	"
۵۷ الجراحة	زهر اوی	"	۵۳ زج الکبیر الحاکمی	ابن یونس	کوسان می برغال
۵۸ الرق	"	سمعان الجندی	۵۴ قانون المسعودی	البیرونی	سجاد
۵۹ النظر والعمل	"	نامعلوم	۵۵ اسرار الحکمة المشرقیة	ابن طفیل	پوکاک
۶۰ التقریف فی الجراحة	"	تشانغ	۵۶ المدخل فی النجوم	القیمی	اشبیلی
۶۱ الملکی	علی بن عباس	تسطنطین	۵۷ الانواء	ابن الحوام	گرمیونی
۶۲ تقویم الابدان	ابن جزله	فراغوث	۵۸ کتاب الفلاحة	"	موسیو کلیان مولیه
۶۳ التیسیر فی المداواة والتدبیر	ابن زهر	تیافینوش	۵۹ الزج	زرغانی	گرمیونی
۶۴ الطبیعة وما وراءها	الغزالی	گوندیالیفی	۶۰ السموم	المیمونی	المسینی
۶۵ میزان العمل	"	مانسیو گول دنتال	۶۱ النجوم	الفرغانی	گرمیونی و اشبیلی
۶۶ مقاصد الفلاسفة	"	گوندی سالیفی	۶۲ زهر النجوم	البلخی	اشبیلی
۶۷ الزج	خوارزمی	ادیار الباطی	۶۳ الاختیار	"	نامعلوم
۶۸ المدخل	"	"	۶۴ الرصد	"	"
۶۹ الجبر	"	گرمیونی	۶۵ کتاب فی العدد و آلات الرصد	ابو الحسن علی بن راحل	سیدلو
۷۰ الهندسة	اولاد شاکر	"	۶۶ الفجر والشفق	ابن هشیم	گرمیونی
۷۱ الالفاظ الادویة	نور الدین محمد عبد الله حیراجی	فرانسیس گلاذوین	۶۷ وغیره	وغیره	وغیره

خاتمہ

دنیا بدلتی رہتی ہے، اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ہر چیز بدل جاتی ہے، یہ قدرت کا
اٹل قانون ہے، اگر آئندہ کوئی مومن مسلمانوں کی موجودہ حالت کا معائنہ کرنے کے بعد
کہے کہ یورپ کسی بات میں ان کا گراں بار احسان نہیں ہے تو اس کی یہ بہت بڑی غلطی ہوگی
ہمارے حال کو ماضی سے مطابق کرنا، اور پھر اس سے نتیجہ نکالنا کہ یورپ اپنے تمدن و تہذیب
کے لئے اہل اسلام کا رہین منت نہیں ہے، ایک متجلا نہ اور بعید از غور و فکر کام ہے، اقوام
یورپ کی ترقی یافتہ زندگی کے کسی شعبہ عمل کی جانچ کر دم کو صاف معلوم ہو جائے گا
کہ وہ انہی مسلمانوں سے ماخوذ ہے جو نفرت و حقارت سے دیکھے جاتے ہیں، حاشا ہم مسلمانوں کو
یورپ کے تمام علوم و فنون کو ترقی دینے پر کسی قسم کا رشک و حسد نہیں ہے، لیکن اتنا ضرور
کہیں گے کہ ان کا سنگ بنیاد نصب کرنے والے ہمیں تھے،

عالم زمانہ و زمانہ ما پر است شد عند لیبا کن چین از نو ابر است

یورپ ہمارے احسانات کو | یہ عجیب بات ہے کہ یورپ اہل اسلام کے ان بیش بہا احسانات
چھپانے کی کوشش کرتا ہے، مگر جو باتیں کہ روز روشن کی طرح
اہل بیش پر آشکارا ہیں وہ چھپائے سے کہیں چھپ سکتی ہیں؟ ایک امر لیکن مصنف اس
احسان زاموشی کے متعلق افسوس ظاہر کرتا ہے کہ:۔

”جس طریقہ سے یورپ کے لڑ بچے نے مسلمانوں کے سائنٹفک، علمی و ادبی احسانات کو
پس پشت ڈالنے کی کوشش کی ہے اس پر مجھے سخت افسوس ہوتا ہے، مگر یقیناً وہ بہت
دیر تک چھپ نہیں سکتا، وہ نا انصافی جو مذہبی بغض و عناد اور قومی افتخار پر مبنی ہوتی ہے،
اسکو ہمیشہ قیام نہیں ہوتا۔“

”یورپ کے عیسائی مصنفین نے ہر سچک پر قلم اٹھاتے وقت خواہ اس کا موضوع
تاریخ ہو یا مذہب، یا سائنس، جب اپنے نحمد مخالفین کا ذکر کیا ہے تو اسی طرح زہر لگاتے
ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ جس چیز میں وہ کوئی منقصت کا پہلو نہ کال سکین
اُسے چھپائیں اور جس چیز کو چھپانہ سکین اسکی تنقیص کریں، ”کاڈ فری لکٹس لکھتا ہے:۔“

”میں بخوبی جانتا ہوں کہ عیسائی لوگ مسلمانوں، ان کے مذہب، اور ہر اس چیز کو جو ان سے
تعلق رکھتی ہے سخت حقارت و نفرت سے دیکھتے ہیں، مگر تحقیق کرنے سے انکو معلوم ہو جائیگا کہ یہی مسلمان اپنے مذہب
کی بنیاد پر تھے ہی روئے زمین پر ایسی فیاض اور روشن ضمیر قوم بن گئے تھے کہ ہم بہ نسبت قدما کے مفید
علوم کی اشاعت کے لئے ان کے بہت ممنون ہیں۔“

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مگر یاد رکھنا چاہیے کہ اس فرست میں ہم نے ان یہودی، نصرانی وغیرہ غیر مسلم لوگوں
کی تصانیف کو قلم انداز کیا ہے جنہوں نے خود علماء اسلام ہی سے تحصیل استفادہ کی ہے پنی کتابیں لکھی تھیں،
لے لائفٹ صفحہ ۹۷، پالوجی فورڈی لائف اینڈ کیر کر آن محمد صفحہ ۵۵ لندن ۱۸۲۹ء

فتاویٰ ابن تیمیہ

(P)

تبع بدعات و منکرات | مذہبی امور میں افراط و تفریط اور غلو ہمیشہ بدعتوں کا سرچشمہ رہا ہے اور دنیا کے
عظیم الشان مذاہب یہودیت اور مسیحیت کی تاریخ پیش نظر رکھو تو معلوم ہو کہ ان میں کیونکر بدعتیں
پیدا ہوئیں؟ اور اگرچہ وہ ابتدائیں بہت معمولی درجہ کی چیزیں نظر آتی ہیں، لیکن آہستہ آہستہ
ہدایت غیر محسوس طریقہ پر وہی حقیر چیزیں اصول و تعلیمات مذہب کے مسخ و تغیر اور اسطرح
مقلدین مذہب کی گمراہی کا ذریعہ بن گئیں، گذشتہ اُستون نے صحیح مذہبی تعلیم کی اپنے مقاصد
و خیالات کے مطابق ایسی تاویل و تفسیر کی جو تعلیم مذہب کی اصلی روح کے بالکل خلاف تھی
اور یہی تاویل و تفسیر رفتہ رفتہ انکی مذہبی کتابوں کا جز و تنگی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر اس اصلی
مذہب مسخ ہو کر رہ گیا، اسلام اصولی حیثیت سے اگرچہ اس قسم کی خرابیوں سے محفوظ رہا،
لیکن بعض فروع میں وہ بھی اس اثر سے غیر متاثر نہ رہا، اسکی الہامی کتاب قرآن مجید ہر طرح کے
خلط و وضع سے محفوظ رہی، لیکن احادیث کا کثیر حصہ اس سے متاثر ہوا، مسلمانوں میں
جتنی بدعتیں یا جقدر مشرکانہ خیالات پیدا ہو گئے ہیں وہ بہت گونا گون اور متنوع ہیں،
علامہ ابن تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں ان میں سے اکثر بدعتوں پر بہت کچھ لکھا ہے، یہاں پر
انکی تفصیل کی باکل گنجائش نہیں اسلئے چند خاص قسم کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

قبر دن پر چراغ جلانا | یہود و نصاریٰ میں انگلی گراہی کی بدولت یہ تخیل پیدا ہو گیا تھا کہ صلوات
اور کلام مجید رکھنا | دانیال کے مقبرے مقدس، متبرک اور حصول مقصد و قبول دعا کی جگہ ہیں

اسلئے وہ ان مقامات کی متعبدانہ زیارت کرتے تھے، وہاں نمازین پڑھتے تھے، انکی تزیین
وآرائش کرتے تھے اور وہاں چراغ جلاتے تھے، مسلمان جو انہی قوموں کے ساتھ مل جل کر
رہتے تھے آہستہ آہستہ یہ خیالات ان میں بھی پیدا ہو گئے، علامہ ابن تیمیہ نے متعدد سوالات کے
جواب میں اس مسئلہ اور اسی قسم کے دوسرے مسائل پر بہت تفصیلی بحث کی ہے، اور
بہت سے نکات و دقائق بیان کئے ہیں، افسوس ہے کہ ان کا احاطہ کرنا اس موقع پر
ذرا مشکل ہے، اسلئے یہ کہو صرف انکے بنیادی مباحث کے لکھ دینے پر اکتفا کرنا پڑتا ہے۔
علامہ نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرین پر چراغ
جلائے سے نہایت واضح الفاظ میں منع فرمایا ہے بلکہ ایسا کرنے والے پر لعنت الہی کی
تصیح کی ہے،

قال النبی صلی علیہ وسلم لعن اللہ زوارات
القبور والمتخذین علیہا المساجد
عورتوں اور انکو مسجد بنانے والوں اور ان پر چڑھ جانے والوں
(مردہ ہوں یا عورت) پر لعنت کی ہے،

نیز قبروں پر تلاوت کے لئے قرآن مجید رکھنا مکروہ ترین بدعت ہے، سلف صالحین نے
کبھی ایسا نہیں کیا، اور ایسا کرنا قبروں کو مساجد بنا لینے میں داخل ہے، جسکے متعلق رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے ان الفاظ میں نبی و ممالعت ثابت ہے،

لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا
قبور انبياءهم مسااجدا -
اپنے انبیاء کی قبریں کو مسجد بنا لیا۔

متبدروایات میں یہ یا ان کے قریب قریب ہم معنی الفاظ ہیں،
ان من کان قبلكم كانوا يتخذون القبور

مساجد الا فلا تتخذوا القبور مساجد خبر دار تم کسی قبر کو مسجد بن دینا اسلئے کہ میں تم کو
فانی انہما کم عن ذلک، اس سے منع کرتا ہوں۔

سفر زیارت قبور و قصر صلوٰۃ زیارت قبور انبیاء و صلی کے سفر میں قصر و صلوٰۃ کی نسبت اختلاف
علماء متقدمین مثلاً ابو عبد اللہ بن لوط، اور ابو الوفا بن عقیل وغیرہ جو سفر معصیت میں قصر
کو جائز نہیں رکھتے وہ سفر زیارت قبور میں بھی قصر جائز نہیں رکھتے کیونکہ اس قسم کا
سفر شرعاً منہی عنہ ہے، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے
کہ سفر ممنوع فی الشرع میں قصر صلوٰۃ جائز نہیں، دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ سفر
حرام میں بھی ناذ کا قصر کرنا جائز ہے مثلاً امام ابو حنیفہ ح کا یہی خیال ہے، متاخرین
علماء اشوا رف و ضابطہ مثلاً امام ابو حامد غزالی، ابو الحسن بن عبدوس الحارانی اور ابو محمد بن
قدامہ مقدسی کا بھی یہی خیال ہے کیونکہ ان کے نزدیک نفس زیارت قبور کے لئے سفر
کرنا جائز ہے اور اسکی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً فرمایا ہے فرود القبور
(قبروں کی زیارت کر دو)

بعض وہ لوگ جنکو احادیث میں درک و معرفت نہیں ہے ان حدیثوں سے بھی
استدلال کرتے ہیں جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کے متعلق روایت کیجاتی ہیں مثلاً
من حج ولم یزر ر نے فقد
جفائی۔ جس نے حج کیا اور میری زیارت نہیں کی اس نے

من زارنی و زار ابی فضمت لہ جس نے میری اور میرے والد کی زیارت
کی اس کے لئے اللہ تعالیٰ جنت کا ذمہ دار ہو گیا۔
لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ سب ضعیف و غیر ثابت بلکہ موضوع روایتیں ہیں اور

ان تمام روایتوں کو ابابسنن معتدہ میں سے کسی نے بھی روایت نہیں کیا اور
انہ فن میں سے کسی نے بھی ان سے استدلال نہیں کیا۔ حضرت امام مالک رحمہ
ہوینۃ النبی کے امام وقت اور اعلم الناس بالحدیث تھے وہ لوگوں کا یہ کہنا بھی گوارا
نہیں کرتے تھے کہ ذرت قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم (میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کی،)
اسی طرح امام احمد رحمہ جو اپنے زمانہ کے اعلم الناس بالسنة تھے ان سے اس مسئلہ
کے متعلق سوال کیا گیا تو ان کے پاس حضرت ابو ہریرہ کی اس روایت کے سوا کوئی
دوسری قابل اعتماد روایت نہ تھی،

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من
رجل یسلم علی الار د اللہ
علی روحی حتی یرد علیہ السلام،
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر
سلام بھیجتا ہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی دیر کے لئے
میری روح لوٹا دیتا ہے کہ میں اسکے سلام
کا جواب دیدوں۔

اور اسی روایت پر ابو داؤد نے اپنی کتاب سنن میں اور امام مالک نے موطا
میں اعتماد ظاہر کیا ہے، اب علامہ ابن تیمیہ اسکی تائید مزید میں اپنی عادت کے موافق اور
دوسری حدیثیں جمع کر دیتے ہیں، مثلاً
راوی عن عبد اللہ بن عمر
انہ کان اذا دخل المسجد قال السلام
علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا ابائیک
السلام علیک یا اہل بیت ثم ینصرف،
حضرت عبد اللہ بن عمر حب مسجد میں داخل ہوتے
تھے تو کہتے تھے السلام علیک اے رسول اللہ
السلام علیک اے ابو بکر اور السلام علیک
اے میرے باپ، پھر لوٹ آتے تھے،
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری قبر کو سینلا نہ بناؤ

لما يعلمون من كراهته لذلك، جب وہ آپ کو دیکھتے تھے تو کبھی نہیں اٹھتے تھے
 کیونکہ وہ جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا پاپ
 فرماتے ہیں۔

ایسی حالت میں اگر ہم صحیح طور پر اسلاف کی پیروی کرنا چاہتے ہیں تو ہم کو بھی کسی
 کسی کی تعظیم کے لئے نہیں اٹھنا چاہئے، اس بنا پر چونکہ قرآن مجید کے لئے انکا اہتمام
 ثابت نہیں ہے اسلئے ہم کو بھی اس کی تعظیم کے لئے نہ اٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن
 اب جبکہ ہم آپس میں ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہونے کے عادی
 ہو گئے ہیں تو اگرچہ یہ عادت اقرب الی الذم ہے لیکن ہم کو قرآن مجید کی تعظیم کے لئے
 کھڑا ہونا چاہئے کیونکہ عام الناساؤن سے بہر حال وہ اس تعظیم و تکریم کا زیادہ
 مستحق ہے،

قرآن مجید سے فالگیری | ایک سوال یہ ہے کہ قرآن مجید سے فال لینا جائز ہے
 یا نہیں، علامہ فرماتے ہیں، قرآن مجید سے فال لینے کے متعلق متقدمین سے نفیاً یا
 اثباتاً کوئی روایت موجود نہیں، متاخرین اس میں مختلف ہیں، قاضی ابویعلیٰ نے ایک
 نزاعی روایت بیان کی ہے کہ ابن بطہ نے ایسا کیا ہے لیکن دوسری روایتیں
 موجود ہیں کہ انھوں نے ایسا نہیں کیا، کیونکہ قرآن مجید سے فال لینا رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام سے ثابت نہیں، حقیقت یہ ہے کہ فال و طیرہ کی جو نوعیت و
 صورت بھی ہو سب ممنوع و مہنی عنہ ہیں، البتہ صرف ایک صورت جس کو اگر ہم فال
 کہہ سکیں تو بے شبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یعنی یہ کہ انسان کسی کام کو
 کر رہا ہو یا کسی کام کے کرنے کا اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر قطعی فیصلہ کر چکا ہو اور ایسی

حالت میں کوئی کلمہ خیر سے جس سے اس کو سرت ہو مثلاً جب کوئی کام شروع کر چکا ہو
 تو کسی کی زبان سے

یا بنجیم، یا مفلح، یا منصور،
 اسے کامیاب ہوئی والا، اسے فلاح پائی والا، اسے فتح پائی والا

کے الفاظ نکلیں تو اس اتفاقی واقعہ سے وہ اپنی کامیابی کی توقع پر مسرور ہو
 اس قسم کا واقعہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آیا وہ یہ کہ جب آپ نے ہجرت کی تو رستہ
 میں ایک شخص ملا، جس سے آپ نے پوچھا۔

ما اسمک قال یزید فقال ینا
 تمہارا نام کیا ہے اس نے کہا یزید اس کے لفظی
 ابابکر یزید امرنا
 معنی میں بڑھایا، آپ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا
 اسے ابوبکر عمار اکام ترقی پائیگا۔

اسلئے فال کی اگر کوئی صورت جائز ہو سکتی ہے تو صرف یہی، ورنہ اور سب صورتیں
 ممنوع و مہنی عنہ ہیں۔

اسلام میں بتدعات کا جو سلسلہ پیدا ہو گیا ہے ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں
 جنہر دوسری قوموں کی تقلید میں مسلمانوں نے عمل شروع کیا مثلاً قبر پرستی، مشائخ پرستی
 اور غیر اللہ سے استعانت کرنا وغیرہ چیزیں تو بہت کچھ عوام نے خود بخود سیکھیں،
 کچھ ایسی بدعتیں بھی ہیں جن کو نو مسلم قوموں نے اپنے آبائی مذہب میں سے قبول اسلام
 کے بعد بھی اپنے عادات و اطوار کے طور پر اپنے اندر باقی رکھا اور وہ ان کو رفتہ رفتہ
 اپنے نئے مذہب (اسلام) کی تعلیم سمجھنے لگیں، اس قسم کی بدعات و مشرکانه اعمال و
 خیالات کی مثالیں ہندوستان کے اسلامی فرقوں میں بکثرت مل سکتی ہیں، لیکن ان کے
 علاوہ بہت سی بدعتیں ایسی بھی ہیں جو خواص یعنی تعلیم یافتہ گروہ صوفیاء کرام کے ذریعہ

اسلام میں داخل ہو گئیں، علامہ ابن تیمیہ نے ہر قسم کی بدعتوں پر کچھ نہ کچھ لکھا ہی مثلاً
تحریر فی اللہ | باب تصوف میں یہ حدیث بہت مشہور و مقبول ہے۔

رب زدنی فیک بختیوا ، اے خدا اپنی نسبت میری حیرت بڑھا۔

علامہ ابن تیمیہ سے اس حدیث کی نسبت سوال کیا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ یہ
مکذوب و وضعی روایت ہے علماء حدیث میں سے کسی نے بھی اسکو روایت نہیں کیا
ایسی روایتیں جابلون اور ملحدون کی ہو سکتی ہیں کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
اسکا کہنے والا پریشان و تخریبی اور یہ کہ وہ حیرت کی زیادتی و ترقی چاہتا ہے اور
یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے گری ہوئی اور لغو و باطل باتیں ہیں، اسلئے کہ
اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی بھیج کر آپ کی ہدایت کی اور آپ کو وہ باتیں سکھائیں جو کسی اور
کو نہ سکھائیں اس روایت کے خلاف نسخہ آن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو زیادتی
علم کے سوال کا حکم دیا ہے مثلاً

قل رب زدنی علماً کہو اے رب میرے علم کو بڑھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عالم تھے، آپ کی شان میں ایک اور آیت ہے۔

وانت لتہدی الی صراط مستقیم، اور تم بے شبہ سید ہی راہ کی طرف ہدایت
کرتے ہو۔

اور جو شخص دوسروں کی رہنمائی کرتا ہے وہ خود کیونکر گم کردہ راہ و پریشان حیران
ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حیرت کی مذمت بیان کی جو مثلاً فرمایا

قل اندعو من دون اللہ ما لا ینفعنا ولا یضرنا وشر علیٰ عاقبنا کہہ دو کیا ہم اللہ کے سوا اسکو پکاریں جو ہمیں نہ
نفع پہنچاتا ہے نہ نقصان، اور کیا ہم اس کے بعد کہ

بعد اذ ہدانا اللہ کالذی استھق

الشیاطین فی الارض حیران

لہ اصحاب یدعونہ الی الہدی

انتنا قتل ان ہدی اللہ هو

الہدی،

اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی اپنی پہلی حالت میں

لوٹ جائیں مثل اس کے جسکو شیطانوں نے بہکایا

بنادیا جو اور وہ دنیا میں حیران ہو اس کے کچھ ساتھی

ہیں جو اسکو اپنی طرف بلا رہے ہیں، کہہ دو کہ اللہ

ہی کی ہدایت صحیح ہدایت ہے۔

حیرت بڑی حد تک جہل و ضلالت ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کائنات عالم میں سب سے زیادہ

اللہ اور اس کے ادا و نواہی کے جاننے والے ہیں، اور تمام انسانوں میں آپ اپنی ذات

اور دوسروں کے لئے سب سے بڑے دشمن و دشمن شیعہ ہدایت میں آپ کو جہالت و ضلالت

چھو بھی نہیں گئی، اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔

والجمہ اذا ہوی ما ضل صاحبکم

وما غوی وما ینطق عن الہوی۔

تسمیہ ستارہ کی جب وہ چمکے کہ تمہارا ساتھی

نہ تو گمراہ ہو اور نہ بھٹکا ہو اور وہ جو کچھ بولتا ہے

اپنی طرف سے نہیں بولتا۔

اور دوسری جگہ فرمایا۔

کتاب انزلنا الیک لتخرج

الناس من الظلمات الی النور

بآذن ربهم،

یہ اور اسی قسم کی متعدد آیات کلام مجید میں موجود ہیں اسلئے ارباب علم و ایمان میں سے

کسی نے بھی حیرت کی تفریق نہیں کی اور نہ اسکو کوئی اچھی چیز خیال کیا البتہ ملاحظہ کے

ایک کردہ نے جو خود مرض حیرت میں مبتلا رہا اسکی مجید تفریق کی۔

سجدہ و زمین بوسی | اسلام نے مشرکانہ اعمال کے استیصال میں اس درجہ اہتمام سے کام
لیا ہے کہ وہ انسانی حرکات و سکنات جو مخصوص حالات میں شرک و خنوع بغیر اللہ
کی طرف منجر ہو سکتے ہیں انکے عدم جواز و حرمت کا بھی فتوے دیدیا مثلاً سلاطین و
حکام یا مشائخ و بزرگان دین کے آگے سجدہ کی صورت میں زمین سے پیشانی لگانا یا
کم از کم تعظیماً جھک جانا،

علامہ اس مسئلہ کی نسبت ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ
ملوک و شیوخ کے آگے زمین پر سرد ہرنا، زمین بوس ہونا، رکوع کی حالت میں ہو جانا
یا جہک جانا، بالکل ناجائز ہے، لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔

الرجل من ايلقى اخاه اىنحى له
قال لا،

حضرت معاذ کا واقعہ ہے کہ

لما رجع معاذ من الشام سجد
النبي صلى الله عليه وسلم فقال ما هذا يا معاذ
قال يا رسول الله رأيتهم في الشام
يسجدون لاساقفتهم ويذكرون
ذلك عن انبيائهم فقال كذبوا عليهم
لو كنت اما احدا ان يسجد لاحدا لم
المائة تتجد لزوجها من اجل
حقه عليها يا معاذ ان

جب آپ شام سے لوٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
سجدہ کیا آنحضرت نے فرمایا اے معاذ یہ کیا
ہے؟ انھوں نے کہا میں نے شامیوں کو اپنے
نذہبی پیشواؤں کو سجدہ کرتے دیکھا اور وہ ایسا
ہی اپنے اہلیار کی نسبت بھی بیان کرتے تھے
آنحضرت نے فرمایا انھوں نے بہتان باندا
میں اگر کسی انسان کو انسان کے سجدہ کرنے
کا حکم دیتا تو ان حقوق کی بنا پر جو شوہر کو اپنی

لا ينبغي السجود إلا لله

بیوی پر مین بیوی کو مشورہ ہر کے آگے سر بسجود و ہونیکا
حکم دیتا لیکن اسے معاذ اللہ تقاضے کے سوا کوئی
سجود کے لائق نہیں۔

یہ حکم تو عام عالوین میں لیکن اگر کوئی شخص انہی کا منگو مذہب قدیم یا قریب طاعت
مجھکر بجالاے تو پھر یہ بدترین منکرات میں داخل ہے اور جو شخص انکے طاعت و قربت
ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو پہلے اسکو یہ بتانا چاہئے کہ ایسا نہیں ہے لیکن اسکے بعد بھی
وہ اگر اپنے اعتقاد پر اصرار کرے تو اسکو قتل کر دینا چاہئے۔

مسئلہ کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ایک شخص ان کاموں کے کرنے پر اس طرح مجبور کیا جائے کہ اگر وہ نہ کرے تو مارا جائے یا قید کر دیا جائے یا اسکی دولت چھین لی جائے یا بعد کار کما جائے یا اسی قسم کی دوسری تکلیفیں پہنچائی جائیں تو ایسی صورت میں اکثر علما کا یہ خیال ہے کہ فعل حرام پر جبر و اکراہ اسکو مباح کر دیتا ہے اسلئے بظاہر اسپر عمل کر لینے میں کوئی ہرج نہیں البتہ یہ ضروری ہے کہ وہ دل سے انکو حرام اور براہ اجائے، علما کے دوسرے گروہ کا یہ خیال ہے کہ اس قسم کی اباحت صرف ان چیز و نمین جائز ہے جنکا تعلق قول سے ہے یعنی کسی ناجائز و نامردا قول کے زبان سے کہنے میں بصورت مجبوری و معذوری کوئی ہرج نہیں کیونکہ

انما التقيّة باللسان، تقيّة زبان سے ہو سکتا ہے۔

لیکن عمل کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔

دست نظر | اب تک تنادے کے جو اقتباسات پیش کئے جا چکے ہیں ان سے ضمنیہ ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث پر علامہ کی نہایت وسیع و عمیق نظر ہے، لیکن علامہ کی دست نظر

کی تصریح موجود ہے مثلاً

عن عکرمہ عن ابن عباس قال سئل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال

لا نکاح مرغبتہ لانکاح دلستہ

ولا استھناء بکتاب اللہ

ثم یذوق العیلة،

یہاں پر علامہ نے متعدد حدیثیں نقل کی ہیں، اختصار کے خیال سے صرف ایک ہی

پر اکتفا کیا گیا، حدیث کے بعد صحابہ کرام کے اقوال و افعال کا درجہ ہے، علامہ نے بہ کثرت

اکثر صحابہ بھی جمع کر دیئے ہیں، ہم ان میں سے اکابر صحابہ کے اقوال نقل کرتے ہیں۔

جابر عن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ ایسا کوئی

تخلیل کرنے والا یاد جسکے لئے تخلیل لگائی نہیں

لایا گیا مگر یہ کہ میں نے دو نو کو سنگسار کیا۔

...

عن سلیمان بن یسار قال رفع الی

عثمان رجل تزوج امرأة لیجلها

لن وجهها ففرق بینہما وقال لا ترج

الیہما الا بنکاح مرغبتہ غی

دلستہ

...

عن یزید بن ابی حنیفہ عن علی بن

...

...

کا دائرہ ہمیں تک محدود نہیں بلکہ آثار صحابہ، اقوال تابعین و تبع تابعین اور مجتہدات فقہاء اسلام سب کچھ انکی نظر کے سامنے ہے اور وہ ان سے ہر جگہ کام لیتے ہیں، آئندہ اقتباسات موخر الذکر امور کی مثالیں ہوں گی۔

یہ ادھر لکھا جا چکا ہے کہ اس مجموعہ میں البطلان التحلیل نام ایک مستقل رسالہ

بھی شامل ہے جو دراصل استفتا ہی ہے لیکن طوالت بحث اور مفید تفصیل و تشریح

کی وجہ سے وہ مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتا ہے، مسئلہ تحلیل کی تشریح یہ ہے کہ ایک

شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں، جن سے وہ اسپر اس موت تک کے لئے

حرام ہو گئی جب تک کوئی دوسرا شخص اس سے نکاح نہ کر لے، اور وہ عورت اس

دوسرے نکاح سے اپنے دوسرے شوہر کی موت یا اسکے طلاق دیدینے کی وجہ سے

اس قابل نہ ہو کہ پھر پہلے شوہر سے نکاح کر سکے، بشرط پہلے شوہر کے لئے اس عورت

سے جو از نکاح کی تو صرف یہی دو صورتیں ہیں، لیکن ایک صورت حیلہ کے اصول

کے مطابق یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جب پہلے شوہر نے طلاق دیدی اور اسکے بعد اسکو

اپنی اس حرکت پر افسوس ہوا اور پھر اس نے یہ خواہش کی کہ اسکو اپنے نکاح میں

دوبارہ لے آئے، تو اسکی خاطر سے ایک شخص نے نکاح پڑھ لیا اور نکاح کے بعد اسکو

طلاق دیدی تاکہ وہ اس طرح اپنے پہلے شوہر کے لئے جائز و حلال ہو سکے۔

...

...

...

...

...

...

...

...

ابی طالب فی المحلل لا تنجع

الیہ الا بنکاح رغبتہ غیر دلستہ

ولا استعزاء بکتاب اللہ

عن اشعث عن ابن عباس قال لعن اللہ

المحلل والمحلل لہ

طرف نہیں لوٹ سکتی مگر رغبت کے نکاح کے

ذریعہ سے حسین نہ تو فریب ہوا اور نہ اللہ کی کتاب کے

سائق استعزاء۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تحلیل کرنے

والے پر اور اس پر جس کے لئے تحلیل کی گئی ہو لعنت کی

اس کے بعد علامہ نے تابعین تبع تابعین اور فقہاء اسلام کے خیالات و آراء کو اجمالاً مطرح

بیان کیا ہے کہ سعید بن المسیب جس بصری، ابراہیم بنی، اور عطاء بن رباح جو اراکان

تابعین ہیں اور ابو الششاء جابر بن زید، شعبی، قتادہ، بکر بن عبد اللہ المزنی، مالک ابن

انس اور ان کے تمام اصحاب اور ائسی، لیث بن سعد اور سفیان ثوری دآخر الذکر چار

اصحاب تبع تابعین کے ممتاز افراد ہیں، امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابو عبیدہ

القاسم بن سلام، سلیمان بن داؤد البہامی، ابو خلیثمہ زہیر بن حرب، ابو بکر بن ابی

خنیسہ اور ابو اسحاق الجوزجانی وغیرہ نکاح تحلیل کے عدم جواز پر متفق ہیں۔

فقال سعید بن المسیب فی رجل

تزوج امرأة لیحلها فی وجه الاول

ولم یشر بذلت وجه الاول

والامراة قال ان کان انما نکحها لیحلها

فلا یصلح ذلت لهما ولا تحل

.. .. .

قال ابراہیم النخعی اذا هم النکح

سعید نے اس شخص کی نسبت کہا جس نے ایک عورت

سے اس لئے شادی کی کہ وہ اپنے پہلے شوہر کیلئے حلال

ہو جائے اور اس کی واقفیت نہ تو زوج اول کو

ہوئی اور نہ عورت کو، کہ اگر اس نے نکاح صرف

اسی تحلیل کی غرض سے کیا تو یہ ان دونوں میں سے

کسی کیلئے مفید نہیں اور وہ عورت حلال نہ ہوگی۔

ابراہیم نے کہا کہ جب زوج اول نے یا عورت نے

الاول والمرأة أو الزوج الاخیر یا التحلیل فالتکاح فاسد

جاء رجل الی الحسن البصری فقال

ان رجلا من قومی طلق امرأته

ثلاثا فقدم و قدمت فاردت

ان الطلق فائز وجہا و اصدقها

صد اقام ادخل بها کما یدخل

الرجل بامرأته ثم اطلقها

حتى تحل لزوجها فقال له الحسن

البصری اتق اللہ یا فتی ولا تكونین

مسما دنا لحدود اللہ ..

.. .. .

.. .. .

.. .. .

.. .. .

.. .. .

.. .. .

.. .. .

.. .. .

.. .. .

.. .. .

.. .. .

.. .. .

.. .. .

یاد رکھو شوہر نے تحلیل کا قصد کیا تو نکاح فاسد ہے۔

حسن بصری کے پاس ایک شخص نے آکر کہا کہ

میری قوم میں سے ایک نے اپنی بیوی کو تین

طلاقین دین اور اس پر بعد کو وہ دونوں نام دم

ہوئے، میرا قصد ہے کہ میں اس عورت

سے نکاح کر لوں، اس کا ہر ادا کر دوں اور

پھر جس طرح ایک شوہر اپنی بیوی کے پاس

جاتا ہے جاؤں اور اسکے بعد اس کو طلاق

دیدن تاکہ وہ اپنے پہلے شوہر کیلئے حلال

ہو جائے، حسن بصری نے کہا کہ اے نوجوان

اللہ تعالیٰ سے ڈر اور اسکے حدود کے لئے

آگ کی کہوتی نہ بن۔

.. .. .

.. .. .

.. .. .

.. .. .

.. .. .

.. .. .

.. .. .

.. .. .

.. .. .

.. .. .

.. .. .

(باقی)

نوائین اسلام

(۱)

آج ہم ناظرین معارف کی ضیافت ایک جدید ندوی قلم سے کرتے ہیں، ذیل کا مضمون ہمارے ایک عزیز دوست مولوی عبدالرحمن نگرانی فضل ندوہ دہلوی مدرسہ لاهور سر ائمیر اعظم گڑھ کا ہے، اس موضوع پر اردو میں غالباً اب تک اس سے جامع ترکوئی مضمون نہیں نکلا ہے، جس میں عورت کے متعلق اسلامی نقطہ نظر کا پورا استقصا ہو۔ (معارف)

اسلام اور صنف نازک کہا جاتا ہے کہ مذہب اسلام نے جنس لطیف کی تکمیل و تہذیب کے متعلق کوئی خاص قانون نہیں مرتب کیا، اور نہ انکو دنیا میں نعم الہیہ سے شفع ہوئے کا کافی موقع دیا کیا یہ واقعہ ہے؟ ہرگز نہیں۔ بیشک ایک مسلمان عورت اہل روم کے عقائد کے مطابق گہر کا اثاثہ نہیں کہ شوہر کو اس کے بیع و شرا اور ابقا و افنا کا حق حاصل ہو اور نہ وہ یونانیوں کے قانون مذہب کے لحاظ سے ایک زبردست شیطان ہے کہ جہانتاک نکلن ہو اسکی تحقیق و تدلیل میں کوشش کیجئے بلکہ وہ نظام عالم کے قائم رکھنے میں مردوں کی کھجڑہ مساوی ہم و شریک ہے اس کے ذمہ نسل جدید کی تہذیب و تربیت، اخلاق کی درستی و اصلاح، مذہبی پابندی استواری کا اہم ذمہ ہے، چنانچہ آگے چل کر ہم اس کے متعلق حراف تصریحات پیش کریں گے، بہت سے نادان اپنی تنگ نظری کے سبب عورتوں کی اس لپٹی و تنزل کو اسلامی تعلیمات کا نتیجہ سمجھتے ہیں، کیا یہ حقیقت ہے اور واقعی اسلام کا دامن اس سے آلودہ ہے؟ حاشا و کلا لا ان الله بنی من ذالک ورسوالہ صلی علیہ وسلم یہ ہے کہ ہمارے ملک میں رسم و رواج کی

بندش نے کچھ اس قسم کی صورت اختیار کر لی ہے اور ان پر سختی کے ساتھ پابندی کا کچھ ایسا روغن ملا گیا ہے کہ سطحی نظر میں ان کے مذہبی احکام ہونے کا دھوکہ ہوتا ہے، حالانکہ صورت واقعہ اس کے بالکل خلاف ہوتی ہے، عورتوں کے اس دور تنزل کی عمر زیادہ سے زیادہ دو صدی تجویز کیجا سکتی ہے ورنہ اگر صرف ہندوستان کی تاسیخ پر غور کیا جائے تو سیکڑوں خاتونین شجاعت و شہامت، علیم و فنون، سپہ گری و بہادری کے زیور سے آراستہ ملین گی،

عرصہ ہوا کہ مصر کے مشہور رسالہ المنار میں "المرأة والاسلام" کے عنوان سے ایک مضمون شائع کیا گیا تھا جس میں حقوق نسوان کی محل تاسیخ و رج تھی، اس کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ عہد قدیم میں یورپ و ایشیا کے تقریباً ہر حصہ اور ہر قوم میں عورت ایک ذلیل اور لپٹ درجہ مخلوق سمجھی جاتی تھی، عرب کے بعض قبائل میں دختر کشی کی جو رسم جاری تھی وہ اسی خیال کا نتیجہ تھی کہ لڑکی کا ہونا ان کے لئے ہچمتوں میں ننگ و عار کا باعث تھا، بہر حال اس وقت ارض اہلی کا کوئی ایسا ٹکڑہ نہ تھا جس میں اس نازک مخلوق کے حقوق بید روی کے ساتھ پامال نہ کئے گئے ہوں، اسلام کے آب حیات نے اس تن مردہ میں جو روح ڈالی اسکا اندازہ تم حضرت عمر کے اس قول سے کر سکتے ہو، کنانی الجناہیلۃ لا تعد النساء شیئاً فلما جاء الاسلام و ذکرهن الله و انبیاہن بذالک علینا حقاً، (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۶۹) یعنی ظہور اسلام سے قبل ہمارے دلوں میں عورتوں کی کوئی وقعت نہ تھی لیکن اسلام نے اگر ہمیں اس غفلت سے بیدار کیا، خدا سے جل و علا نے اپنے کلام میں انکا تذکرہ کیا، تب ہم نے سمجھا کہ ان کے بھی ہمارے ذمہ کچھ حقوق ہیں، یہ جملہ حقیقت میں ان خیالات کا آئینہ ہے جو اسلام سے قبل عرب کے ملک میں عورتوں کے

متعلق موجود تھے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے عورتوں کے حقوق میں ایک معتد بہ اضافہ کیا بلکہ ان کے حقوق کا ایک نیا باب کھول دیا، ہم نے اوپر بتایا ہے کہ شریعت غرائے تکمیل معاشرت میں عورت و مرد دونوں کو مساوی حقوق دے رہی ہیں اور خاندان و اولاد کے صلاح و فساد کا دونوں کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے، ہمارے اس دعوے کی دلیل حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اس روایت سے ملتی ہے۔ الرجل راع علی اہلہ وھو مسئول والمرأة راعیۃ علی بیت زوجها وھی مسئوالۃ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۲) یعنی ”مرد اپنے اہل کا راعی بنایا گیا ہے، اور ان سے ان کے متعلق جواب طلب ہوگا، اور عورت خاوند کے گھر کی بنھانے والی ہے اور اس سے اس کے متعلق باز پرس ہوگی“۔ انہی کی دوسری روایت میں ایک اور لفظ کا اضافہ ہے المرأة علی بیت زوجها وولدا یعنی عورت خاوند کے گھر اور اولاد کی ذمہ دار ہے۔

روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم افصح العرب داعیہ تھے، اور آپ کی اصلی شان یہ تھی کہ اویلت جو امع الکلم آج ہمارے یہاں عورتوں کے متعلق کس قدر مباحث درپیش ہیں اور وہاں کو چھوڑ دو، ایک تعلیم کے مسئلہ میں کس قدر شدید اختلافات ہیں، لیکن اس ایک مختصر لفظ نے ان تمام قضیوں کا فیصلہ کر دیا، جب تک عورتیں امور خانہ داری سے نا بلند رہیں گی وہ کیونکر شوہروں کے گھر بار کی نگہداشت کر سکتی ہیں، جب تک عورتیں تعلیم یافتہ نہ ہوں گی دیگر فنون سے فی الجملہ اور اصول حفظان صحت سے کافی واقفیت نہ رکھیں گی تو کیا خاک اپنی اولاد کی حفاظت اور تربیت و اصلاح کا کام انجام دینگے! اگر ایسا ہے تو وہ لوگ جو عورتوں کی تعلیم کے مخالف ہیں، اس فرمان کے بعد کیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی باز پرس کے لئے تیار ہیں۔ راعیہ کے لفظ سے جو اہمیت پیدا ہوئی ہے وہ ظاہر ہے،

حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے جو فن اسرار شریعت کے ایک زبردست امام ہیں اسرار نکاح میں اسی مساوات حقوق کا تذکرہ فرمایا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ انسان کے فطری اور ضروری حوائج دو طرح کے ہیں، بعض ایسے ہیں کہ جنکی تکمیل وہ خود کر سکتا ہے اور بعض ایسے ہیں کہ جنکے انصرام میں عورت کی حاجت ہوتی ہے (علیٰ ہذا القیاس عورت کا بھی یہی حال ہے) اسی لئے شریعت نے نکاح کو ضروری قرار دیا ہے (حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۰۸) دوسرے الفاظ میں گویا اسکا مطلب یہ ہے کہ عورت انسانیت کو مکمل کرنے والی مخلوق ہے، اور یہی وجہ ہے کہ ایک حدیث میں ارشاد ہے اذا تزوج العبد استكمل نصف الدین، (مشکوٰۃ جلد ثانی صفحہ ۲۶۸) جب کسی شخص نے نکاح کر لیا تو گویا اُس نے اپنا دین مکمل کر لیا کیونکہ اعمال انسانی کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ اعمال و افعال ہیں جنکا تعلق آخرت سے ہے اور دوسرے وہ جنکا تعلق معاشرت دنیاوی ہے، انعقاد رسم نکاح کے بعد گویا امور معاشرت کی ایک گونہ تکمیل ہو جاتی ہے، قرآن مجید کی بعض آیات اس حیثیت کو اور بھی صاف اور واضح کرتی ہیں، مثلاً ارشاد ہے من لباس لکم و انتم لباس لھن، وہ (عورتیں) تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔

لباس انسان کے لئے ایک ضروری چیز ہے اور عموماً لوگ دوسری چیزوں کی بہ نسبت اسکی تزیین و آرائش کا زیادہ خیال کرتے ہیں، اسی لئے قرآن مجید نے مرد اور عورت کے حیثیات کو واضح کرتے ہوئے لباس کا لفظ استعمال کیا ہے کہ تم میں کا ہر ایک دوسرے کے لئے لباس ہے، اسلئے مرد اور عورت دونوں کا فرض ہے کہ ایک دوسرے کی تزیین و آرائش میں سخت جدوجہد کریں، ایک دوسرے موقع پر خصوصیت کے ساتھ عورتوں کی حیثیت کو اس سے بھی زیادہ بہتر دکھلایا ہے۔ نسا نکحوا لکم فالتوا

جیونکرانی ششم "تمہاری عورتیں کہیتوں کی طرح ہیں جب طرح چاہو انکے پاس آؤ گویہ کہیت
مفسرین کے قول کے مطابق ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے، لیکن تفسیر کا عام
اصول یہ ہے کہ خصوص واقعہ کے سبب سے لفظ کے عام استنباطات نہیں باطل کئے
جاسکتے۔ اس آیت میں عورتوں کو کہیتی کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو ایک نہایت عزیز
اور سودمند چیز ہے، کوئی کاشتکار کبھی اپنی زراعت کو ضائع نہیں کرنا چاہتا، اسی طرح
مردوں سے خطاب کیا گیا ہے کہ تم کو اپنی عورتوں کے ساتھ وہی سلوک روا رکھنا چاہیے
جو کاشتکار کو اپنی زراعت کے ساتھ، یہ قرآن مجید کا مخصوص طرزِ ادا ہے کیا اس سے
بڑھ کر بھی حسن معاشرت کی کوئی تعلیم دیجا سکتی ہے، ان دونوں کا مفہوم تقریباً ایک ہی ہے
لیکن الفاظ مختلف ہیں، اس میں بھی ایک خاص نکتہ ہے، لیکن اسکے بیان کرنے سے
پہلے ایک اور مقدمہ ذہن نشین کر لینا چاہیے

قرآن مجید میں عموماً احکام کا مخاطب اہل عرب کو بنایا گیا ہے، اور زیادہ تر انہی کی
اصلاح کو مقدم رکھا گیا ہے تاکہ پہلے ایک قوم کو راہ پر لایا جائے اور پھر اسکے ذریعہ سے
دوسری قوموں کی اصلاح کی جائے، اسکے لئے قوم عرب کا انتخاب کیا گیا کیونکہ ان کا
ملک جغرافی حیثیت سے کرہ ارض میں مرکز کی حیثیت رکھتا ہے، اسی لئے اور احکام کی
طرح عورتوں کے حقوق کی طرف بھی پہلے انہیں کو دعوت اصلاح دی گئی، عرب میں دو
قسم کے لوگ آباد تھے ایک وہ جن کا کوئی ایک مقام متعین نہ تھا، مختلف مقامات پر
رہتے، کہیتیاں کرتے، فصل کاٹتے، اور دوسری طرف چلے جاتے، دوسرے وہ لوگ جو
شہروں میں آباد تھے، ان کا عام پیشہ تجارت تھا، ظاہر ہے کہ پہلے گروہ کے لئے کہیتی
باری سے زیادہ دوسری کوئی چیز عزیز نہیں، دوسرے گروہ کے لئے ظاہری رائج

وزیائش مقدم چیز ہے جس کا جزوِ اعظم لباس ہے، قرآن مجید کے مخاطب یہی دو گروہ ہیں انہیں
دونوں گروہوں کو عورتوں کی زبردست حیثیات سمجھانے اور انکے دلوں میں صنفِ نازک
کی وقعت پیدا کرنے کے لئے، دو مختلف مثالوں سے کام لیا گیا ہے اور لباس و حرث کے
جداگانہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں، پہلے سے اہل حضر اور دوسرے سے بادینشینوں کی
تفہیم مقصود ہے، اس دعویٰ کے اثبات کے بعد اب ہم ان چند چیزوں کی تفصیل کرنا
چاہتے ہیں جنکے متعلق گذشتہ صفحات میں ہم ضمناً اشارہ کر آئے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے قول
سے تم نے اندازہ کر لیا ہو گا کہ اہل عرب عورتوں کی کچھ قدر وسعت نہ کرتے تھے، اور
انکے نزدیک عورتوں کی زیادہ سے زیادہ وہی وقعت ہو سکتی تھی جو ایک انسان اپنے
دوسرے ملوکات و مقبوضات کی کر سکتا ہے، اور انکی ذات کے متعلق شوہروں کو وہی
حقوق ملتے تھے جو دیگر اسبابِ معیشت پر حاصل ہوتے، لیکن شارع اسلام نے ہر جگہ عورتوں
کے ساتھ حسن معاشرت، سلوک نیک اور خوش معاملگی کی تعلیم دیتے ہوئے یہ بھی واضح
کر دیا ہے کہ عورتوں پر تنکو وہی حقوق حاصل ہیں جو شریعت غزانے دیئے ہیں، چنانچہ ابن ماجہ
کی روایت ہے لیس تمکون منهن شیئاً غیر ذلک الا ان یا تبین بغاشۃ بینة
اتم کو عورتوں پر سوائے حقوق مخصوص کے اور کوئی دسترس نہیں حاصل ہے لیکن ہاں جب
کوئی گناہ کریں، جو لوگ حریتِ نسوان کے حامی ہیں اور اسکے صحیح مفہوم سے واقف ہیں
وہ غور کریں کہ اس سے زیادہ اور کیا جنس لطیف کی آزادی کے حدود وسیع ہو سکتے ہیں،
بیشک حدودِ الہیہ اور اپنے اپنے فرائض سے اعراض کرنے کی صورت میں کونسا حیا پرورد
اور صحیح الدماغ انسان ہے جو اسلام کی اس تعلیم کے سامنے تسلیم نہ جہکا دیگا۔ البتہ یورپ
کے کو رنقلد اسکے لئے تیار ہونگے کہ عورتوں کو اس درجہ آزادی دیجاسے کہ وہ فواحش

و کبار زمین بتلار ہیں اور شوہر دن کو ان سے باز پرس کا حق نہ حاصل ہوا لیکن ایسا کرنا انسانی حیا و شرم کا خون کرنا ہے۔ بعض مواقع پر حضور نبی صلعم نے عورت کو دنیا کی سب سے زیادہ گرانمایہ پونجی، سب سے زیادہ عزیز متاع سے تعبیر فرمایا ہے، ابن ماجہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر کی روایت ہے، ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انما الدنیا متاع و لیس من متاع الدنیا شیء افضل من الماء الصالح و دنیا ایک دوکان متاع ہے جنہیں سب سے بہتر پونجی صالح عورت ہے) اس فضیلت کا راز وہی ہے جو ہم اوپر ظاہر کر چکے ہیں کہ عورت سلسلہ تکمیل انسانیت کی ایک زبردست کڑی ہے۔ بخاری کی ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ "المرءۃ کا ضلع" عورت پسلی کی طرح ہے۔ اس ارشاد کی پوری تصویر تھوڑی سی طبی تشریح کے بعد ذہن میں آسکتی ہے، نوع انسان کے مختلف افراد ہیں ان افراد کا مجموعہ گویا ایک ڈھانچہ ہے جنہیں عورت کو پسلی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اب دیکھو ماہرین طب مجسمہ انسانی میں ضلع (پسلی) کے فوائد بتلاتے ہیں، اس سے ہمیں واضح ہو گا کہ وہی حیثیت افراد نوع انسانی میں عورت کو حاصل ہے، علم افعال الاعضاء (فزیالوجی) کے لحاظ سے پسلی کا کام پھیپڑے اور قلب کی حفاظت کرنا ہے، انسان کی قدرتی مشینیں انہیں دو پرزوں کے ذریعہ سے چلتی ہے، پھیپڑے کے ذریعہ سے سانس لیجاتی ہے اسی پر زندگی کی آئندہ رفتار کا دار و مدار ہے، اور قلب کا کام قوام بدن کی نگہداشت کرنا ہے، لیکن ان دونوں کی حفاظت "ضلع" سے متعلق ہے، بعینہ یہی حال عورت کا بھی ہے، اولاد کہ اس سے آئندہ نسل کے چلنے کی امید ہے شوہر کہ تمام ضروریات کی فراہمی نگہداشت اسکے ذمہ ہے ان دونوں کا کام عورت کے بغیر درست نہیں ہو سکتا، فطرت کی طرف سے پسلی کی جو ساخت ہے اگر تم اس میں کوئی تغیر کرنا چاہو تو کر سکتے ہو مگر اسکا نتیجہ کیا ہو گا کہ اس

کل کے تمام پرزے ایک لمحہ میں متربتر ہو جائیں گے، اسی طرح قانون قدرت کا جو تقاضا ہے اس میں کمی و بیشی افراط و تفریط کو ہرگز دخل نہ دینا چاہیے ورنہ اسکا وہی حشر ہو گا کہ خاندان کا خاندان برباد ہو جائیگا۔

دنیا میں آج بہت سی قومیں مال اور دولت کی تلاش میں حیران و سرگردان ہیں، مسلمانوں کو احکام مذہب کی رُو سے ملکی، قومی، سیاسی، مذہبی ضروریات کے پورا کرنے کے بعد تفاخر و تکاثر کی نیت سے مال جمع کرنا نازیبا ہے، انکی اصل غرض دنیایت اعلیٰ، کلمۃ اللہ اور معارف الہیہ کی تشریح و توضیح ہے، اسی لئے جب مال جمع کر کے ممانعت کر دی گئی (ملکی اور مذہبی ضروریات مستثنیٰ ہیں) تو حضرت ثوبان نے حضور سے عرض کیا کہ پھر ہم لوگ کس چیز کے جمع کرنے کی کوشش کریں، آپ نے ارشاد فرمایا یخدا احدکم قلباً شاکراً و لساناً و ذاکراً و زوجہ مومنہ فتعین احدکم علی امر الاخصاء (قلب شاکر سان ذاکر اور زوجہ مومنہ کے حاصل کرنے کی کوشش کرو) پسلی دو چیزوں کے متعلق کوئی تفصیل نہیں بتا گی گئی، زوجہ مومنہ کے ذکر کے بعد اس سبب کا بھی اعلان کر دیا گیا ہے کہ وہ تمہاری معین و مددگار ہوگی۔ یہ روایت تفصیل کے ساتھ ابن ماجہ میں مذکور ہے، ترمذی کی ایک روایت میں آیا ہے خیال کو خیال کہ نسائہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنی عورت سے اچھا سلوک کرتا ہے، اور ان سب سے زیادہ جامع قرآن مجید کا یہ زمان ہے و عاشروہن بالمعروف، ان کے (عورتوں کے) ساتھ نیک برتاؤ کرو کیا ان کہلی ہوئی تحریرات کے بعد بھی انصافاً اسلام پر صنف نازک کے متعلق تنگ نظری کا الزام قائم کیا جاسکتا ہے۔

شایع اسلام اور جنس لطیف | اوپر ہم نے قرآن مجید کی بعض آیات اور سرور کائنات کے

ارشادات سے یہ امر واضح کر دیا ہے کہ مذہبی حیثیت سے ہمارے یہاں عورتوں کا کیا درجہ قائم کیا گیا ہے، اور انکی نگہداشت و حسن معاشرت کے لئے کس قدر پُر زور اور موثر ہدایتیں کی گئی ہیں، اب ہم نہایت اختصار کے ساتھ دکھانا چاہتے ہیں کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی حیثیت سے جنس لطیف کے ساتھ کیسا سلوک فرمایا ہے کہ آپ کے اعمال و افعال ہمارے لئے ایام حیات کے بسر کرنے میں کبریت احمر ہیں، لقد کان فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ تمہارے لئے حضور کے اخلاق و عادات اور معاشرت حیات میں ایک کامل نمونہ ہے، جنس لطیف کی جو وقعت و عزت حضور کے قلب مبارک میں تھی اسکا حضرت انس کی اس روایت سے اندازہ کیا جاسکتا ہے، حُبِّ بَالِی مِنَ الدُّنْیَا النَّسَاءِ وَالطَّبِیْب (مجھے دنیا کی چیزوں میں عورت اور خوشبو پسند ہے) (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۵۶) حضور کا جو برتاؤ ازواج مطہرات کے ساتھ تھا اسکی کیفیت سیرازواج کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتی ہے، اس مقام پر ان کا تذکرہ کرنا طوالت سے خالی نہیں، لیکن حضور کا یہ کریمانہ اخلاق صرف انہیں تک محدود نہ تھا بلکہ اس جنس کے اور افراد بھی اسکے اشارتیں سے محفوظ ہوتے تھے، عیدین کے موقع پر کہ یہ دونوں ہتوار مسلمانوں کی ایریل ریلیجس کا نفرنس کے دو شاندار جلسے ہیں، نیز دوسرے مواقع پر حضور اپنے خطبات میں جنس لطیف کا خاص لحاظ فرماتے تھے چنانچہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع عام میں منعظ فرمایا عورتوں کی صفیں دو رہتیں خیال ہوا کہ شاید احکام و مواظبات کی انکو پورے طور پر اطلاع نہ ہوئی ہو اسلئے آپ بنفس نفیس وہاں تشریف لگے، احکام تعلیم فرمائے اور صدقات کے ادا کرنے کا حکم دیا، یہ موقع عید الفطر کا تھا، آپ کے ساتھ حضرت بلال بھی تشریف لے گئے تھے

داسن پہلا ہوا تھا، عورتیں فرط اثر سے زیور اتار کر داسن میں ڈالتی جاتی ہیں اس زمانہ میں بعض مواقع پر عورتوں نے اسی قسم کے جوش کا اظہار کیا ہے، یہ حقیقت میں ایک سنت ہے جہاں تک ممکن ہو تقصیر نہ کرنا چاہیے، آج ملک میں ایک تعلیمی کانفرنس قائم ہے، عورتوں کے لئے بھی ایک شعبہ مخصوص ہے، ہم نے اپنے بہت سے بزرگوں کو جو شائع علیہ السلام کے صحیح طرز عمل سے واقف نہیں رکھتے ہوئے سنا ہے کہ اس زمانہ فاسد میں عورتوں کی عزت و عظمت کو یہاں تک بڑھا دیا گیا ہے کہ انکی مجالس کے مخصوص شعبے قائم کئے جاتے ہیں لیکن انہیں یہ خبر نہیں کہ انکی بنیاد اس مبارک عہد میں پڑ چکی ہے کہ جبکہ نقش قدم پر چلنا ہمارا آپکا سب کا فرض ہے۔

ایک موقع پر دربار رسالت میں عورتوں کا وفد حاضر ہوا اور اس نے شکایت کی کہ غلبنا علیک الرجال فاجعل لنا یوماً من نفسات مجالس و محافل و عظیمین ہم پر مرد غالب ہو گئے ہیں، اسلئے ہماری استدعا ہے کہ حضور ہمارے لئے کوئی خاص دن مقرر فرمائیں آپ نے انکی اس استدعا کو کامل غور و غوض سے سنا اور پھر انکے لئے ایک خاص دن مقرر فرمایا اور وعظ سے انکو مستفید کیا، (دیکھو بخاری جلد اول کتاب العلم)

ہمارے نزدیک مسلمان عورتوں کا یہ مذہبی فرض ہے کہ وہ اس سنت کے ادا کرنے کے لئے اپنی خاص جماعت کا ایک جلسہ منعقد کریں جس میں علمائے دین اور اہل بیان قوم انکو ملک کی موجودہ ضروریات اور مذہب کے ضروری احکام و ادھر سے واقف کیا کریں۔ اُمّ ہانی بنت ابی طالب نے ایک بار کسی شخص کو امان دی، حضرت علی نے اس امان کو ناجائز سمجھا اور اس شخص سے جنگ کرنا چاہی، حضرت اُمّ ہانی نے حضور سے شکایت کی آپ نے حضرت علی کو اس سے منع فرمایا اور اُمّ ہانی سے کہا کہ اجرنا

من اجرت یا ام ہانی اے ام ہانی جسکو تم نے پناہ دی ہم نے بھی اسکو پناہ دی غالباً
حضرت علیؑ نے یہ خیال فرمایا تھا کہ ایک عورت کا امان دنیا کو نکر جائز ہو سکتا ہے، لیکن
حضور نے اس فعل کو جائز اور واجب العمل قرار دیکر اس امر کی تعلیم فرمائی کہ ان امور میں بھی
عورتوں کو دخل دینے کا حق حاصل ہے۔

اپنے حقوق کی حفاظت یہ بتلانے کے بعد کہ اسلام اور داعی اسلام نے جنس لطیف کو پستی کے
اس عمیق گڑھے سے نکالا ہے جہاں دنیا کی تمام قوموں نے اپنی مجموعی قوت سے اُسے ڈکھلاتا تھا
اب ہم چند اس قسم کی تاریخی نظریں پیش کرتے ہیں جن سے واضح ہوگا کہ حب اسلام نے
اس نازک مخلوق کو اپنے پیروں پر کھڑا کر دیا اور یہ عام ہدایت کر دی کہ ولھن مثل
الذی علیھن بالمعروف جسطح عورتوں پر مردوں کے حقوق ہیں اُسی طرح کچھ حقوق اس
قسم کے بھی ہیں جنہیں عورت اپنے شوہروں سے زبردست مطالبہ کا حق رکھتی ہیں تو
انھوں نے کس آزادی اور جرات کے ساتھ اپنے حقوق کی حفاظت کی اور اپنے مطالبے
اسلام کی عدالت عالیہ میں پیش کئے اور ڈگریاں لین، حریت، صداقت، حق پرستی، صاف
گوئی اسلام کی عام تعلیم ہے، اور ہر پیر و اسلام کی پیشانی ان انوار ساطعہ سے منور ہے اور
انکے چہرے ان آثار حیات سے جلوہ افروز ہیں، پھر اسلام کا ابر کرم کسی فرقہ اور جنس کے
ساتھ مخصوص نہیں، عورتوں نے بھی اس سے فائدہ اٹھایا اور کافی فائدہ اٹھایا، مثال
کے لئے دو ایک واقعہ درج کئے جاتے ہیں۔

مہر عورتوں کا ایک شرعی حق ہے، احادیث میں اتلا دس درہم مہر کی تعداد مقرر
کی گئی ہے، زیادہ کے لئے کوئی تحدید نہیں کی گئی، تعین و تحدید کا حق عورتوں کو حاصل ہے
امیر المومنین حضرت عمرؓ نے تعداد مہر کی تحقیق کی جب معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ زہراؑ کا

مہر (تعداد مشہور) اس قدر ہے تو آپ نے مہر پر چڑھ کر خطبہ دیا اور فرمایا لفقۃ البنی اور
بکر گوشہ رسول کے مہر کی تعداد سے زیادہ کسی کا مہر نہ مقرر ہو، جو لوگ اسکے خلاف کریں
ان کا اس قدر مال جو انھوں نے اضافہ کیا ہے مسلمانوں کے بیت المال میں داخل ہو
ایک عورت نے اسی مجمع میں اس حکم کے خلاف آواز بلند کی اور کہا جب ارشاد
خداوندی ہے ایتیم احد یمن قنطارا فلا تخذوا منه شیئ اگر تم میں سے
کوئی شخص اپنے مال میں سے ڈھیر کے ڈھیر عورتوں کو دیدے تو پھر ہمیں سے کچھ نہ لینا چاہیے
اس ارشاد کے ہوتے ہوئے امیر المومنین کو کیا حق ہے کہ وہ اس اضافہ کو بیت المال میں
داخل کرالیں۔ حضرت عمرؓ نے فوراً اسے قبول کر لیا اور بے ساختہ فرمایا (امراۃ اصابت
درجل اخطا ایک عورت نے بچ کہا اور مرد سے غلطی ہو گئی)

اس واقعہ سے متعدد نتیجے اخذ کئے جاسکتے ہیں۔ اسلامی تعلیم کے زبردست اثر اور
جانشینان پیغمبر کی صداقت پرستی اور حق پروردی کی یہ ایک بین دلیل ہے، لیکن یہ
نتائج ہمارے موضوع سے علیحدہ ہیں، اس موقع پر دیکھنا یہ ہے کہ ایک جلیل القدر
صحابی امیر المومنین خلیفۃ الرسول کے حکم کے مقابلہ میں ایک معمولی عورت نے کس
جرات کے ساتھ اپنے ایک جائز حق کی حمایت کی اور کاسیاب ہوئی، یہ واقعہ
انقصائے عصر نبوت کے بعد کا ہے لیکن اس سے عجیب تر ایک دوسرا واقعہ ہے
جہاں خود رسالت پناہ کے حضور میں ایک معمولی عورت نے اپنے حق کا استعمال کیا
اور پیغمبر خداؐ نے اسکی تصویب فرمائی، ہریرہ ایک لوندی بہنیں حضرت عائشہ صدیقہ نے
انہیں خرید کر آزاد کر دیا، آزادی سے پہلے مغنیث نامی ایک غلام کے ساتھ ان کی
شادی ہوئی تھی، ہریرہ ان سے راضی نہ تھیں، شرعی قاعدہ کے مطابق لوندیوں کو

حق حاصل ہے کہ وہ عتق (آزادی) کے بعد اپنے پہلے شوہر کو اگر چاہیں تو جد کر دیں اور مرضی ہو تو اسی پہلے عقد کو قائم رکھیں، بریرہ نے اپنے حق کا استعمال کیا اور منیث کا نکاح فسخ کر دیا، اسکے برعکس منیث کو ان سے سید محبت تھی، اس تفریق کے بعد وہ گلیوں میں پریشان پھرا کرتے، چنچن مار مار کر روتے لیکن بریرہ نے انکی آہ و زاری کی کوئی پروا نہیں کی اور ان سے دوبارہ عقد کرنے پر راضی نہیں ہوئیں، جب حضور نے منیث کی یہ حالت دیکھی تو بریرہ سے فرمایا لو راجعتہ یعنی بہتر ہوتا اگر تم ان سے رجعت کر لیتیں، بریرہ نے کہا یا رسول اللہ تاملی، پیغمبر خدا کیا آپ حکم فرماتے ہیں آپ نے جواب دیا انما اشفع حکم نہیں بلکہ سفارش کرتا ہوں، بریرہ نے کہا فلا حاجۃ لی فیہ مجھے اسکی (منیث کی) کوئی حاجت نہیں، اب تاؤ کیا حقوق نسوان کی حفاظت اور استعمال میں اس سے زیادہ آزادی کی حاجت ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ آزادی کی آمیزی سرحد ہے، پیغمبر اسلام علیہ السلام کی شان دیکھو کہ حضور واقف ہیں کہ یہ اپنا جائز حق استعمال کر رہی ہے، اسلئے شروع ہی سے یہ لہجہ اختیار کیا ہے، بہتر ہوتا اگر تم ان سے رجعت کر لیتیں، اور بریرہ کا جوش عقیدت و اطاعت کا اس فقرہ سے اندازہ کر دو کیا آپ مجھے حکم دیتے ہیں، یعنی اگر یہ شارع کا حکم ہے تو سرتابی کی جگہ نہیں لیکن اگر محض سفارش ہے تو مجھے اختیار حاصل ہے۔

عورتوں کو شریعت نے ان معاملات (نکاح وغیرہ) میں پوری آزادی دی ہے اسکی تفصیل چند اوراق کے بعد معلوم ہوگی، لیکن ہمارے ملک میں شریعت کے ان احکام پر آج کون چلتا ہے؟ اگر لڑکیاں ایسا کریں تو انکو بے حیا اور بے شرم کہا جائے بیچ تو یہ ہے کہ اگر حقیق شرعیہ کا استعمال کرنا بھی بے حیائی ہی تو یہ بے حیائی ہمارے لئے

سرمایہ ناز ہے، مثال کے لئے یہ دو واقعہ کافی ہیں لیکن اس موقع پر ہمارا مذہبی فرض ہے کہ خواتین اسلام کو قبضہ کر دیں کہ وہ اپنے جائز حقوق شرعیہ کے حصول میں رسم و رواج کی پابند نہ ہوں بلکہ اپنے پیش نظر صرف یہ رکھیں کہ خدا اور اسکے رسول نے جو قانون بنایا ہے وہ کیا حکم دیتا ہے اور اسی کے سامنے سر جھکا دیں کہ حقیقی فلاح اور امن و عین امنی میں ہے۔
پندار سعدی کہ راہ صفا تو ان رفت جز در پے مصطفیٰ

شریعت اسلامیہ اور شریعت غرانیہ ہمیشہ کمزور اور ناتوان جماعت کی طرف داری کی ہے حفاظت حقوق نسوان مطلوبین و مسلوبین کی دادرسی اور انکے حقوق کی حفاظت اسکی دعوت اصلاح کا اصل منشا ہے، اسلئے حسب طرح اکثر عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت اور نیک سلوک کرنے کی ہدایت کی گئی ہے انکی دلجوئی کے لئے حکم دیا گیا ہے، ان کے ساتھ نرمی اور ملاطفت کا برتاؤ رکھنے کی تعلیم دی ہے، اسی طرح ہر موقع پر جہان جنس لطیف کے حقوق کی پامالی کا خوف ہوتا ہے، اسلام نہایت بلند آہنگی سے اپنے پیروں کو متنبہ کرتا ہے اور اطلاق حقوق سے باز رکھتا ہے اس نے ان تمام رسوم و قباہ کی بیخ کنی کر دی، جنہیں عورت صرف ایک محض محکوم کی حیثیت سے نظر آتی تھی اور اصل یہ ہے کہ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو عورتوں کی پیدائش کی جو غرض و غایت کلام الہی نے روشن کی ہے مفقود ہو جاتی، ایک مقام پر ارشاد ہے ومن آیتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتکون الیہا وجعل بینکم مودة ورحمة خدا کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اُس نے تمہارے لئے تمہارے نفوس سے جوڑے پیدا کئے جنکی غرض یہ ہے کہ تم ان کے پاس سے سکون و اطمینان حاصل کرو اور خدا نے تمہارے آپس میں محبت و الفت کا بیج بویا ہے۔ اس ارشاد کو اپنے سامنے رکھو اور دیکھو کہ مودت و رحمت کا تقاضا یہی ہے کہ انکے حقوق

تلف کے جائیں اور عورت محض ایک خادمہ کی حیثیت سے تمہاری خدمتگذاری میں
مصرف رہے، ادنیٰ اسلام کی اس تعلیم سے کہ ان آگینوں کو نہیں نہ لگ جائے
یہی منشا ہے کہ جو حقوق شریعت نے ان کے لئے متعین کئے ہیں اس میں کوئی قصور اور کمی
نہ واقع ہو، نکاح کا اختیار عورت اور مرد دونوں کو برابر دیا گیا ہے۔ معقل بن یسار
کی بہن کو ان کے شوہر نے طلاق دیدی، انقضائے عدت کے بعد قاعدہ شرعیہ کے مطابق
انہوں نے تجدید نکاح کی خواہش کی، طوفین راضی تھے لیکن معقل اس میں خارج تھے،
اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی وَلَا تَعْصُلُوْهُنَّ اِنْ يَبْتَغِيْنَ اِزْوَاجَهُنَّ ، (اُن کو
عورتوں کو اس سے نہ روکو کہ وہ اپنے (سابق) شوہروں سے نکاح کریں) معقل ان کے
حقیقی بہائی تھے، کہا جاسکتا تھا کہ انکی حالت کسی مصلحت پر مبنی ہوگی، لیکن اُنکو صرف
اس لئے روکا گیا کہ تم میں سے ہر شخص کو اپنے حدود سے باہر قدم نہیں رکھنا چاہیئے کسی سے
نکاح کرنے یا نہ کرنے کا حق عورتوں کو ہے مردوں کو اس میں بغیر انکی اجازت اور مرضی کے
دست اندازی کی کوئی ضرورت نہیں۔

عرب میں یہ قبیح رسم جاری تھی کہ شوہر کے انتقال کے بعد اسکی بیوی سوتیلے
لاٹکن کے حصہ میں دراشتہ آجاتی اور دوسرے اموال متروکہ کی طرح سوتیلے مان کے
باہرے میں بھی انکو اختیار ہوتا کہ چاہیں خود نکاح کر لیں اور خواہ کسی دوسرے سے کر دیں
بعض قبائل میں یہ بھی تھا کہ باپ کے مرنے کے بعد سوتیلی مان پر جس لڑکے کی چادر پڑ جاتی
وہ اسکی مقبوضہ ہو جاتی، اس جیسا سوزن رسم کے تصور سے روٹے کھڑے ہوتے ہیں، عورتوں کی
کس قدر حق تلفی ہے انہیں کس بیدردی کے ساتھ دوسرے کا مملوک بنایا جاتا تھا قرآن مجید
نے اسکا قلعی انداز کر دیا اِيْهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْثُوْنَ النِّسَاءَ كَمَا رَثُوْا اَسْلٰمًا

عورتوں کے زبردستی وارث نہ بنو۔ نکاح کی اس صورت کو اور موقع پر صریح طور سے منع
کیا گیا، لیکن اس آیت سے صرف استقراء مقصود ہے کہ عورتوں پر اس قسم کے جبر کا رد رکھنا
تمہارے شان اسلام کے خلاف ہے، غذا، نبت خدام کا نکاح جسکے والد نے ضعف سنی
ہی میں کر دیا تھا لیکن یہ راضی نہ تھیں، انہوں نے اگر دربار رسالت میں شکایت کی
آپ نے نکاح کو فسخ کر دیا، (اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۴۴۰) یہ عورت تاریخ اسلام میں جنس
لطیف کے حقوق ازدواج میں پہلی محسنہ ہے جس نے گویا اس امر کا سنگ بنیاد رکھا کہ اگر
عورت کی رضا و خوشنودی کے بغیر کوئی شادی کیجائے تو وہ اس کے فسخ کرنے کا حق رکھتی ہے
انہیں حقوق کی حفاظت کے لئے شریعت نے مسئلہ خلع و خلع کیا ہے جو قریب قریب مردوں
کے اختیار طلاق کے برابر ہے، آیت اِنْ اِمْرَاَتُكَ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا سِیِّئًا اَوْ اِذَا
اشارہ ہے، بعض اس قسم کے حقوق ہیں جن میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں، لیکن آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے حق کا زیادہ لحاظ فرمایا، مثلاً ماں باپ دونوں کی خدمت
اولاد پر واجب ہے، لیکن حضور نے اکثر مواقع پر ماں کی خدمت کو ترجیح دی ہے بخاری کی
ایک روایت ہے کہ ایک بار ایک شخص نے حضور سے پوچھا من احق الناس بحسن صحابتی
امیرے حسن معاشرت اور نیک سلوک کا زیادہ ترستی کون ہے؟ آپ نے فرمایا امّک
تمہاری ماں (جلد دوم صفحہ ۹۹) ان حقوق کے ادا کرنے کے لئے آپ نے لوگوں کو افضل سے
افضل خدمات سے روک کر انکی تاکید کی، انسانی میں ہے کہ جاہلہ سلمی نامی ایک شخص
آپ کے پاس آئے اور شرکت عدا کی اجازت چاہی آپ نے پوچھا کیا تمہاری ماں میں انہوں
لے کہا ماں، ارشاد ہوا کہ فالوہا فان الجنة تحت قدیمہا (انکی خدمت کرو کہ جنت اُن کے
قدموں کے نیچے ہے) اس تاکید کی وجہ یہی ہے کہ عورتوں کو کمزور اور ضعیف سمجھ کر لوگ

انکے حقوق کی تکمیل میں تساہل کریں گے، بہر حال شریعت اسلامیہ نے جنس لطیف کے حقوق کی حفاظت کی اور خواتین اسلام کو اس کا پورا حق دیا کہ وہ اپنے صحیح مطالبات کا تقاضا نہایت بلند آنگ سے کریں، وکفی باللہ شہیداً

بعض حقوق کی تفصیل ان تمام حقوق کی تفصیل جو اسلام نے صنف نازک کو عطا کئے ہیں، اس موقع پر نہیں کیجا سکتی، اسکے لئے خود ایک مستقل رسالہ کی حاجت ہے، نیز اردو زبان میں اسکے متعلق ایک معتد بہ ذخیرہ بھی موجود ہے لیکن ان میں سے دو ایک کے متعلق ہم کچھ لکھنا چاہتے ہیں،

عورتوں پر جہان اور مظالم کئے جاتے ہیں سب سے بڑا ظلم یہ ہوتا ہے کہ معاملہ نکاح و زواج میں جو انکی عمر کا حاصل اور زندگی کا لب لباب ہے انہیں کوئی اختیار نہیں دیا جاتا حالانکہ احادیث بنوی اور احکام شریعت اسکے بالکل خلاف ہیں، ہم نے اوپر متذکرہ جگہ تذکرہ کیا ہے کہ عقد نکاح عورتوں کا حق ہے اسکے متعلق انہیں کامل آزادی ملنی چاہیے، رسالت پناہ کا ارشاد ہے الا یم احق بنفسہا، ایم اس عورت کو کہتے ہیں جسکے شوہر نہ ہو، یعنی ایم اپنے معاملہ میں خود اختیار ہے، کنواری اور میوہ دونوں کے لئے تصریح ہے کہ ان سے نکاح کے معاملہ میں اجازت لے لینا ضروری ہے۔ یہ حکم خود اسکو ظاہر کرتا ہے کہ مسئلہ نکاح کا تعلق عورتوں سے ہے اور اسی لئے اولیاء اور دکلاء ان سے اجازت طلب کرتے ہیں تو کیسے ممکن تھا کہ ہمارے ملک میں اس حکم کی نافرمانی کیجاتی کہ انکے بغیر نکاح کا انعقاد ناممکن ہے لیکن اس معاملہ میں سب سے بڑی غلطی یہ کیجاتی ہے کہ والدین لڑکیوں کی رضا و خوشنودی کا کوئی خیال نہیں رکھتے اور نہ ان سے ان معاملات میں استصواب کرتے ہیں، اسلام نے عورت کو ایک خاص حق دیا ہے جو ہر کے نام سے موسوم ہے، بہت سے ممالک میں

اور ہندوستان کی بعض قوموں میں اب بھی یہ رسم ہے کہ اکثر یہ مال عورتوں کی طرف سے مردوں کو دیا جاتا ہے لیکن ایسا کرنا فطرت کے اصول تقسیم عمل اور تخصیص فضائل کے خلاف ہے خود مسلمانوں میں ایک بڑے خلیفہ کا یہ خیال ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان عقد نکاح کے بعد جو تعلقات قائم ہوتے ہیں اور مرد اس سے جو انتفاع حاصل کرتا ہے یہ مال اسی کا معاوضہ ہے مگر اصل یہ ہے کہ مردوں کو قیم بیت اور مالک خانہ ہونگی حیثیت سے عورتوں پر ایک قسم کی فضیلت حاصل ہو جاتی ہے (مرد اور عورت کی باہمی فضیلت کا بیان آگے آئیگا) لیکن یہ ظاہر ہے کہ ان دونوں جنسوں کی تخلیق ایک ذات واحد سے ہوئی ہے خلقکم من نفس واحدۃ تم سب کو ایک ہی ذات سے خدا نے پیدا کیا، پھر بغیر کسی معاوضہ کے ایک فریق کو دوسرے پر حق ریاست دیدینا اصول مساوات کے خلاف ہے اسلئے شریعت نے یہ قانون مقرر کیا ہے کہ جملہ نکاح کے باعث عورت ایک گونہ مرد کی محکوم ہو جاتی ہے اور یہ ایک قسم کی فضیلت ہے اسکے بالعوض عورتوں کو فضیلت عطا کیجائے کہ انکو مال کی ایک مقدار معین دیجائے کہ دونوں میں سے ہر ایک کو ایک ایک حق فضیلت ملجائے، دوسرے پر تفاضل کا موقع نہ باقی رہے (دیکھو پیر فاس تفسیر المنار صفحہ ۱۱) اسی لئے قرآن مجید نے ان تمام احکام کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا و لا تتموا ما فضل اللہ بہ بعضکم علی بعض تم میں سے بعض کو بعض پر جو فضیلت دی گئی ہے اسکے حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو، اس آیت کے مخاطب عورت اور مرد دونوں ہیں کیونکہ اسکے بعد ارشاد ہے للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن، (عورت و مرد ہر ایک کے لئے ان کے مکاسب کے لحاظ سے حصہ ہے) جب یہ طے پا گیا کہ مہر درحقیقت اس فضیلت کا عوض ہے جو مردوں کو عقد نکاح کے ذریعہ سے

عورتوں پر چل ہوتی ہے تو پھر ان قوموں کا یہ دستور خلاف اصول ہے کہ عورت کی ذات سے کوئی معاوضہ مرد کو دیا جائے کیونکہ دوسرے لفظوں میں اس کے یہ معنی ہونگے کہ مردوں کو عورتوں پر بغیر کسی معاوضہ کے فضیلت دی جائے۔ ملک کے بعض حصوں میں جہیز کے متعلق عجیب و غریب خیالات ہیں اسے مردوں کا حق سمجھا جاتا ہے، اسکے لئے لڑائیاں ہوتی ہیں، جہگڑے برپا ہوتے ہیں لیکن جہیز کی اصلیت یہ نہیں وہ والدین کا ایک تحفہ ہے جو لڑکی کو دیا جاتا ہے اس کی مقدار و تعداد کا انحصار محض قدرت و استطاعت پر ہے۔

اسلام نے سب سے بڑا احسان جو جنس لطیف پر کیا ہے وہ حق وراثت ہے، دنیا کی اکثر قوموں نے عورتوں کو حق وراثت سے محروم کر دیا ہے لیکن اسلام نے ورثہ میں تقریباً تمام عورتوں کو ذوی الفروض "میں شمار کیا ہے یعنی وہ اصحاب وراثت جکے حصے شریعت نے لازمی اور ضروری قرار دیدے ہیں شریعت کے مقرر کردہ حصوں میں سب سے بڑا حصہ تثلثین ہے، یعنی جائیداد کا ۳ حصہ اس حصہ کا مستحق عورتوں کے سوا کوئی اور نہیں بتایا گیا، اس کی غرض یہی ہے کہ مردوں کو خداوند کریم نے کسب و معیشت کے تمام وسائل عطا فرمائے ہیں، عورتیں ضرورت خانہ داری کے بارگراں سے پسپا ہتی ہیں انہیں کسب و معیشت کا موقع اکثر نہیں چل رہتا (گویہ عورتوں کے لئے جائز ہی شریعت نے اس مقدار کثیر کا وارث بنا دیا کہ وہ قوت و رزق کی طرف سے مطمئن ہو کر اپنی اولاد کی اصلاح و تربیت میں مشغول رہیں اور انہیں قوم کا ایک اعلیٰ فرد بنائیں۔

سند تعلیم | جنس لطیف کے متعلق جو مباحث درپیش ہیں ان میں سب سے زیادہ اہم اور مشکل مسئلہ تعلیم نسوان کا ہے، جدید اور قدیم گروہ کے مابین جو حرب بسوس قائم ہے اسکے اسباب و علل میں اس مسئلہ کو بھی کافی دخل ہے، بہت سے بزرگوں نے اسپرندہ بی رنگ

بھی چڑھایا ہے اور زیادہ سے زیادہ اس قدر اجازت دی ہے کہ عورتوں کو معمولی تعلیم دی جائے لیکن انفس کہ ان بزرگوں نے نہ اسلام کی ہدایات پر گہری نظر ڈالی اور نہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل پر غور کیا اور نہ صحابہ و تابعین کے خیالات کو نظر اسماں سے دیکھا کہ انکو نظر آتا کہ قرون اولیٰ میں عورتوں کی تعلیم کا کیا زور و شور تھا، ازواج مطہرات اور صحابیات نے کیا کیا کمالات پیدا کئے تھے علوم و فنون میں ان کا کیا پایہ تھا، اسلام کا خان کرم صرف مردوں ہی کے لئے نہیں اُترا ہے، جنس لطیف بھی اس میں برابر کی حصہ دار ہے، حضرت عائشہ کے علم و فضل سے کون انکار کر سکتا ہے، اجلہ صحابہ و تابعین ان سے سائل میں استفادہ کرتے تھے۔ احادیث میں مختلف مسائل کے ذیل میں عبد اللہ بن عمر جیسے بلند پایہ صحابہ کے متعلق ان کے صحیح اور دھچپ ایرادات منقول ہیں جن سے ان کے علم و دانش کا پتہ چلتا ہے، انکا شمار مجتہدین صحابہ میں ہوتا تھا، صرف یہی نہیں بلکہ اور ازواج مطہرات بھی علوم و تران اور سنن حضرت رسول اللہ کی واقف کامل اور ماہرین ہیں حقیقت میں جنس لطیف کی تعلیم ایک سنت ہے جسکے ادا کرنے کے ہم اس وقت ملزم ہیں حضرت ام سلمہ کے متعلق منقول ہے کہ ایک بار حضور نے فرمایا جو لوگ بیت تحت الشجرہ میں شریک ہوئے ہیں ان میں سے کوئی شخص درخت میں نہیں داخل ہوگا، حضرت ام سلمہ نے فوراً عرض کیا کہ زبان مجید تو کہتا ہے ان منکم الا وادھما (تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو وہیں (درخت میں داخل ہو) اس ایراد کو سن کر حضور نے اپنے کلام کی تشریح ایک دوسری آیت قرآنی سے کی۔ کیا آج بھی عورتوں کی تعلیم اس درجہ کی ہوتی ہے کہ وہ اس قسم کے شکوک پیدا کریں، اور علمائے ملت سے اسکے جوابات لیں، اگر نہیں ہوتی تو کیوں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اعراض کیا جا رہا ہے اگر بیچ پوچھو تو مسلمانوں کی پستی کا قوی تر سبب عورتوں کی جہالت ہے

اگلے ایسی عورتوں کی گود میں پرورش پاتے تھے جو حقیقت میں انکو علوم و فنون کا دودھ پلاتی بہنیں اور مذہب اور توہمیت کی روج پہونکتی بہنیں، عصر نبوت سے لیکر کئی صدیوں تک اسکا رواج رہا کہ عورتیں مستقل درس دیتیں لوگ ان سے استفادہ حاصل کرتے اور انکے سامنے زانوئے شاگردی تہ کرنے پر فخر کرتے تھے، امام ابو داؤد سجستانی جنکی سنن صحاح ستہ میں داخل ہے فن حدیث میں ایک عورت کے بھی خوشہ چین تھے، علامہ سیوطی کی فہرست اساتذہ میں بہت سی صاحب کمال عورتیں نظر آتی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر شخص اسما بنت عمیس سے اپنے خوابوں کی تعبیر پوچھا کرتے تھے بعض عورتوں نے خطبات (پکچرز) میں اتنی مہارت بہم پہنچائی تھی کہ انکو خاص لقب دیئے جاتے تھے، اسما بنت سکن کو عام طور سے خطیبہ انصار کا خطاب ملتا تھا، تسبیہ بنت کعب سے صحابہ اور علمائے تابعین غسل میت کی تعلیم حاصل کرتے تھے، ان تمام تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کی تعلیم کے متعلق جو اختلافات ہیں وہ اکثر شخصی رایوں پر مبنی ہیں، صحابہ اور تابعین کا عمل اسکے خلاف ہے۔ بعض انبائے تعلیم جدیدہ مسلمہ تعلیم نسوان کے متعلق حدیث طلبہ العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمہ علم کا طلب کرنا مسلم اور مسلمہ پر فرض ہے) سے استدلال پیش کرتے ہیں اس میں شک نہیں کہ اس روایت میں سب سے کانکر اصحیح نہیں لیکن عورتوں کی تعلیم کے لئے اس لفظ کی حاجت ہی نہیں "مسلم" کا لفظ خود عام ہے مردوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، قرآن مجید اور داعی اسلام کا یہ عام طرز ہے کہ اس قسم کے مشترک احکام میں گو خطاب صرف مردوں سے ہوتا ہے، لیکن ان احکام میں عورتیں بھی شامل رہتی ہیں اسکی تصدیق ایک دوسری روایت سے ہوتی ہے کہ ایک بار حضور کے پاس دو ایک عورتیں کچھ مخصوص مسائل پوچھنے کے لئے حاضر ہوئیں وہ پوچھنے سے شرماتی بہنیں لیکن جب حضور کو

معلوم ہوا تو آپ نے انہیں مسائل شرعیہ کے دریافت میں شرم کرنے سے منع فرمایا اور یہی فرمایا کہ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم، یہ روایت شرح موطا مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے مذکور ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مسلم کا خطاب مرد و عورت دونوں کو عام ہے، امام بخاری نے ایک خاص باب عورتوں کی تعلیم کا باندھا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں تعلیم نسوان کا مسئلہ ایک خاص اہمیت رکھتا تھا، تعلیم کے متعلق شارع علیہ السلام نے قریب قریب ہر موقع پر لحاظ فرمایا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے جل جلالہ عندہ ۲۰۰۰ فاذبحا فاحسن تادیبا علمها فاحسن تعلیمها ثم اعتقھا فترجھا فافلہ اجربا جس شخص کے پاس کوئی لونڈی ہے اس نے اسکی تعلیم و تربیت، تہذیب و اصلاح اخلاق میں ایک خاص کوشش کی پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا خداوند کریم اسے دہرا اجر دیگا، یہ حکم لونڈیوں کے لئے ہے لیکن تاہم اس سے اندازہ کر سکتے ہو کہ تعلیم کا جن الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے کیا ان سے یہ مستنبط نہیں ہوتا کہ شارع نے جنس لطیف کی تعلیم کا کس قدر سچا خیال کیا، بہر حال عورتوں کی تعلیم ایک ضروری اور لازمی چیز ہے، مذہب کی طرف سے اسکے لئے کوئی امتناعی حکم نہیں صادر ہوا بلکہ عابجا اس قسم کی تصریحات ملتی ہیں جن سے اسکے ضروری ہونے کا اشارہ پایا جاتا ہے پڑھنے سے زیادہ اہم مسئلہ لکھنے کا ہے جبکہ خود عہد نبوت میں ہم رواج دکھلا سکے ہیں قدیم خیال کے لوگ اسکے سخت مخالف ہیں، حالانکہ ابو داؤد کی ایک روایت میں مذکور ہے کہ حضور نے ایک خاص شخص کو حضرت حفصہ کے لئے مقرر فرمایا تھا کہ وہ انہیں کتابت کی تعلیم دے اور اسی بنا پر محققین علمائے اسکے جواز کا فتویٰ دیا ہے (دیکھو فتاویٰ مولانا عبدالحی) اور ہمارے نزدیک تو یہ بھی ایک سنت ہے جس پر مسلمانوں کو عمل پیرا ہونا چاہیئے، عورتوں کے علمی کمالات کا تذکرہ انشاء اللہ ہم ایک مستقل رسالہ میں کہیں گے۔

عورت اور مرد کی باہمی فضیلت | ان اہم مسائل میں جو آج سے بہنیں بلکہ سیکڑوں برس سے دقیقہ بخور
اور نکتہ رس دماغوں کا جولا نگاہ بنے ہوئے ہیں مرد اور عورت کی باہمی تفاضل کا مسئلہ بھی ہے
علم کلام کی مفصل اور بیض کتابوں میں صفحے کے صفحے اسی موضوع پر رنگے گئے ہیں آج بھی
مباحث اور قدم کی تحریریں کوتاہ نظروں کو مغالطہ میں ڈالے ہوئے ہیں، اہلکواس سے انکار
بہنیں کہ فطرت نے مردوں کو عورتوں پر ترجیح دی ہے، قرآن مجید میں اسکے متعلق بعض مصرح
نصوص بھی موجود ہیں، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ آیات قرآنیہ کے معانی کو جو عجیب و سخت
اور انکی جو تعجب انگیز توضیح و تشریح کی گئی ہے قرآن مجید کا سابق اور شارع علیہ السلام کے
اعمال و سنن کبھی اسکی تائید و توثیق نہیں کرتے اہلکویہ تسلیم ہے کہ قرآن مجید میں بتلایا گیا ہے
وللرجال علیہن درجة مردوں کو ان پر (عورتوں پر) فضیلت حاصل ہے، لیکن فضیلت
ان معاملات میں بہنیں ہے جنکے متعلق آج نہایت بلند آہنگی سے دعویٰ کیا جاتا ہے بلکہ یہ
ان وظائف و اعمال میں ہے جنکا تعلق اعضا و جوارح انسانی سے ہے ظاہر ہے کہ فرضیہ جہاد
کی ادائیگی اسباب سببیت کا ہتیا کرنا یہ سب چیزیں مردوں کے لئے مخصوص ہیں عورتوں کو
ان سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ قصا و قدر نے انکے جسم کی جو ساخت رکھی ہے اور انکو جو خاص
اعصاب دیئے گئے ہیں وہ اس قسم کے مصائب و مشاق برداشت کرنے کے لئے ہرگز طیار
نہیں ہیں، لیکن اسکا یہ ہرگز منشا نہیں ہے کہ اس فضیلت کے حربہ سے عورتوں کے تمام
حقوق سلب کر لئے جائیں جو انکی ترقی و تہذیب کے لئے ضروری اور لازمی ہیں، ہم اس
موقع پر مصر کے مشہور فاضل مفتی عبدہ کی زیریں رائے درج کرتے ہیں جو حقیقت میں اس
فضیلت کے مطلب کو زیادہ واضح کرتی ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے الرجال قوامون
على النساء (مرد عورتوں کے محافظ ہیں) اس آیت سے مردوں کی فضیلت پر ایک پُرزور

استدلال پیش کیا جاتا ہے لیکن اگر ذرا نفس معنی پر غور کر لیا جائے تو اسی آیت سے اس
فضیلت کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے، عربی علم ادب کی روش سے جب قیام کا حصلہ علیات
ہم ہے اسوقت اسکے معنی حفظ و نگہداشت کے ہوتے ہیں پس گویا پہلی اور دوسری
آیت کے ملانے سے یہ معنی پیدا ہوتے ہیں کہ مردوں کو عورتوں پر جو فضیلت عطا کی گئی ہے
وہ اسی لئے ہے کہ مرد عورتوں کی حفاظت و نگہداشت اور کفایت و حمایت کے ذمہ دار ہیں
علامہ عبدہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں - املاد بالقیام هذا هو المراد بالقیام
یتصرف فیھا المرءوس باذارتہ واختیارہ و لیس معنا ہا ان یکون المرءوس
مقصوداً مسلوب الا سادۃ لا یعمل عمل الا ما یوجہ الیہ رئیسہ فانکون لشخص فیما
على آخره عبارة عن ارشادہ والمراتبہ علیہ فی تفضیلہ ما یشاء الیہی ملاحظۃ فی اعمالہ و تربیۃ
یعنی مردوں کو جو اس آیت کریمہ میں عورتوں کا محافظ و نگہبان بتایا گیا ہے اسکا مقصد
یہ ہے کہ محکوم حاکم کے ماتحت رہ کر اپنے ارادہ اور اختیار کے مطابق ذاتی اعمال و افعال میں
تصرف کرتا رہے نہ یہ کہ محکوم محض رہ کر اپنے تمام ارادہ اور حرکات حاکم کے سپرد کر دے
اور وہ جدہر باگ پھیر دے بلا چون و چرا اسی طرف مڑ جائے حکومت کی غرض یہی ہے کہ
وہ صرف محکوم کے طرز عمل اور طریق کار کی نگرانی کرے۔

اس عبارت سے صاف واضح ہو گیا کہ مردوں کی فضیلت کا حاصل محض عورتوں کے
طابق کار کی نگرانی ہے، انہیں انکی تعلیم وغیرہ میں مزاحمت و مانعت کا کوئی حق نہیں،
سطحی نظر میں یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ یہ اعمال (کسب معیشت) وغیرہ مردوں کیلئے
کیونکہ مخصوص کر دیئے گئے اسکا ایک جواب (اعضا کی ساخت) اوپر دیا جا چکا ہے
ایک اور دوسرا جواب جو فاضل مصری نے تحریر کیا ہے ہم اس موقع پر درج کرتے ہیں

مترجم

کلام اقبال

بیل ہندوستان

رقم زدہ مشرعی ام نارسٹر

پروفیسر گلشن کے ترجمہ اسرار خودی کے بعد سے یورپ میں کلام اقبال پر خاص توجہ ہونے لگی ہے، ٹائمز لٹری سپلینٹ ایک سے زائد بار ریویو کر چکا ہے، ذیل میں اس ریویو کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے جو مشرعی، ایم، فارشر کے قلم سے انگلستان کے مشہور ادبی پرچہ اتینیم میں شائع ہوا ہے، (معارف)

یہ بھی ہمارے شہنشاہانہ طرز حکومت کا ایک کرشمہ ہے کہ اقبال جیسا شاعر جکا نام گذشتہ دس برس سے اسکے ہوطن مسلمانان ہند میں بچہ بچہ کی زبان پر ہے، اسکے کلام کا ترجمہ استفادہ کے بعد جا کر ہماری زبان میں ہو سکے، ہندوؤں میں جو مرتبہ ٹیگور کو حاصل ہے، وہی مسلمانوں میں اقبال کو ہے، اور زیادہ صحیح طور پر ہے، اسکے کہ ٹیگور کو بنگال کے باہر اس وقت تک کسی نے نہ پوچھا، جب تک وہ یورپ جا کر نوبل پرائز نہ حاصل کر لائے، بخلاف اسکے اقبال کی شہرت دناوری یورپ کی اعانت سے بالکل شغنی ہے، لاہور دہلی، علیگڑھ دکن، بھوپال و حیدرآباد سب اسکی دقت نظر و شاعرانہ عظمت کو تسلیم کر چکے ہیں، کیا لندن بھی اس فتویٰ پر ہر تصدیق لگائیگا؟ اس سوال کا جواب اسی دقت مل سکتا ہے، جب یہ سوال پیش بھی کیا جائے مگر اب تک یہ سوال پیش ہی نہیں ہوا ہے، پروفیسر گلشن کی قابل قدر پیش ہا کتاب اس سوال کے

عورتوں کے ذمہ اولاد کی تربیت اور پرورش کا ایک ضروری فرض رکھا گیا ہے اور اس خاص فرض کے ادا کرنے کے لئے جو قوت فطرت نے اُسے دی ہے وہ صرف اُسی کے ساتھ مخصوص ہے اور عورت کے بغیر اسکی تکمیل ناممکن محض ہے اور جو فرائض مردوں کے لئے رکھے گئے ہیں گوانکی نسبت یہ ممکن ہے کہ باحسن وجہ تو نہیں تاہم کچھ نہ کچھ عورتیں بھی اُسکو پورا کر سکتی ہیں، لیکن اگر ان فرائض میں خللاً اور قائلوں عورتوں کو شریک کیا جاتا تو وہ فرائض جو عورتوں کے بغیر انجام نہیں پاسکتے کیونکر مکمل ہوتے اسی لئے شریعت نے کسب معیشت وغیرہ مردوں کے لئے اور اصلاح اخلاق و عادات اولاد عورتوں کے لئے متین فرمائی۔

آخر میں یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ یہ فضیلت جنس رجال کو جنس نسا پر حاصل استخاص و افراد اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ شخصی فضیلت اپنے مکاسب و مناقب کا نتیجہ ہوتی ہے ورنہ یوں تو علامہ ابن حزم مسلمانوں میں سب سے زیادہ درجہ عورتوں کا سمجھتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک ازواج مطہرات سے کوئی افضل نہیں۔

(بق)

محض ایک جزو خفیف سے تعلق رکھتی ہے، معلوم نہیں اُنکے یا کسی دوسرے منتشر قلم کا قلم کب تک صحیح و کامل نقد و تبصرہ کے لئے مواد مہیا کر سکیگا؟ خیر، اس وقت تک ممکن ہے کہ اشارات ذیل ہی کچھ کام دیکھیں،

ہندوستان میں شاعری سیاست سے الگ نہیں، کاش وہ الگ ہوتی! لیکن بحالات موجودہ اُنکی توقع رکھنا ایسا ہی ناممکن ہے جیسے دانستے کو فلورنس کی سیاست سے الگ کرنا، یہی اس سیاست کی نوعیت تو یہ ایک مثلث ہستی ہے، جس کے تین اضلاع، رعایا میں ہندو مسلمان، اور حاکموں میں انگریز ہیں، اول الذکر دونوں قومیں بعض اوقات مشترک حکومت و مشرقت کی بنا پر باہم متحد ہو جاتی ہیں، اور انگریزوں کا مقابلہ کرنے لگتی ہیں، اور بعض اوقات اپنے مذہبی، نسلی، و معاشری اختلافات کی بنا پر آپس میں لڑنے لگتی ہیں، انگریزوں کو یہ تغیرات اُن کے معلوم ہوتے ہیں، لیکن درحقیقت ان میں کوئی حیرت کی بات نہیں، انکا ماخذ و مولد خود جبلت انسانی ہے، جسکا ظہور ہر ہندوستانی میں ہونا لازمی ہے، ہندی نژاد کے سامنے یہ دو سوال ہر وقت رہا کرتے ہیں، آیا اسے اپنے وطن کی جانب رجوع کرتے رہنا چاہیے، اور ہندوستان کو ایک قوم بنانا چاہیے؟ یا اسے اپنے تاریخی ماضی سے سبق لینا چاہیے، اور اس صورت میں مسلمانوں کا کعبہ مقصود کہ ہوگا، اور ہندوؤں کا وید و اپنشد خدا نخواستہ ہم اس انتخاب میں کیوں مدد دینے لگے، تاہم یورپ کی روشنی میں ہمارے نزدیک یہ ہر دو مقاصد بے معنی ہیں، لیکن بہر حال اس دورنگی کے وجود سے انکار نہیں ہو سکتا، اور نہ اسپرٹنز و اعتراض کی کوئی وجہ ہے، اسکا وجود انگریزوں کے قدم ہندوستان میں آنے سے بہت پیشتر سے ہے، اگر کے زمانہ میں تحریک اتحاد قومی کو ترقی رہی، تو اورنگ زیب کے زمانہ میں جذبات اختلافات مذہبی کا بول بالا رہا، شاعر کے لئے بشرطیکہ اسکی شاعری غل و بلبل تک

محدود نہیں، ان راستوں میں سے ایک کا انتخاب ناگزیر ہے، لیکن شاعر چونکہ قواعد ریاضی کا نہیں بلکہ اپنے جذبات کا پابند ہوتا ہے، اسلئے اسکی طبیعت میں تلون رہا کرتا ہے اور اہل سیاست اس تلون سے چڑھتے رہتے ہیں،

اقبال کی شاعری اس کلیہ کی ایک مثال ہے، اقبال کا وطن پنجاب ہے، جو ہندو مسلمانوں کے باہمی اختلافات و کشیدگی کے لئے مشہور ہے، انھوں نے اپنی شاعری کی ابتدا بجا قومی رنگ کے مذہبی پہلو سے کی، حالی کی طرح اقبال کا بھی ابتدائی کلام اُنکے ہم مذہبوں ہی کے لئے ہے، انکی ایک ابتدائی نظم کا عنوان شکوہ ہے، جس میں خدا کو مخاطب کر کے مسلمانوں کے کارنامے اور پھر اُنکے مجبور و زوال و مصائب بیان کئے گئے ہیں، اور عرض کیا گیا ہے کہ ہمیں ان تمام کارگزارین کا صلہ یہ ملا ہے کہ جو رین کفار کو نصیب ہوتی ہیں، اور برق آسمانی ہمارے حصہ میں آتی ہے۔ یہ نظم جو بڑی جرات کے ساتھ لکھی گئی ہے، نہایت مقبول ہوئی، چند روز کے بعد اقبال نے جواب شکوہ لکھا جس میں خدا کی جانب سے یہ متعارف جواب تھا کہ ان مصائب کی ذمہ دار خود مسلمانوں ہی کی غفلت و رسم پرستی ہے، شکوہ و جواب شکوہ دونوں میں علی گڑھ کی روح سرایت کئے ہوئے ہے، وہ علی گڑھ جسکے مشہور اسلامی دارالعلوم کا مقصد ہندوستان کا نہیں بلکہ اسلام کا احیاء ہے، اقبال کی ایک اور نظم قومی ترانہ ہے، جسکا مطلع یہ ہے۔

سلم ہیں ہم وطن ہر سارا جہان ہمارا

چین و عرب ہمارا، ہندوستان ہمارا

اور اسکے بعد قرطبہ، بغداد، وغیرہ کی نوحہ خوانی کی ہے، لیکن اقبال کے اجاب میں ہندو بھی غلے نہیں اقبال کے اس رنگ طبیعت پر تاسف ہوا، اور انھوں نے اسے بہت کچھ فہمائش کی، نتیجہ یہ ہوا کہ اقبال کی طبیعت نے پلٹا لکھا، اور ابکی جو نظم انھوں نے کہی اسکا عنوان ہندوستان ہمارا تھا

اور اس میں مناقب وطن کا تذکرہ تھا، مطلع میں فرماتے ہیں،

ہندوستان کے ہم ہیں ہندوستان ہمارا

ہم سب ہیں اسکے بلبل، وہ گلستان ہمارا

اسی رنگ میں تمام اشعار ہیں، طلبہ میں یہ نظم خاص طور پر مقبول ہوئی، اسکے بعد ۱۹۱۶ء میں اقبال نے نیا سوال کہا، جس میں یہ خیالات اور زیادہ کمال شاعری کے ساتھ ادا کئے گئے ہیں، اس میں مسلمان علماء کی تنگ نظری سے تنگ آکر شاعر برہمن کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اپنے تنگ دائرہ سے باہر نکل کر آئے، اور وہ ادویہ و دواؤں مل کر ایک جدید سوالہ تعمیر کریں جس کے برابر بلند دنیا نے اب تک کوئی عمارت نہ دیکھی ہو اور وہ صنمکدہ، صنمکدہ "ہندو" صحن خانہ کعبہ کی رونق اسکے صحن میں ہوگی، اس میں جو بت ہو گا وہ زرین ہوگا، اس کی پیشانی پر لفظ "ہندوستان" کندہ ہوگا، اسکے جسم پر زنا برہمن اور ہاتھ میں تیس شیش دو لون چیزیں ہونگی، اور دونوں دقات نماز پر ناقوس بجایا کر لگیا، یہ بالکل ایک قومی و دینی ترانہ ہے، اقبال کے قدر شناسوں میں سے بہت سے اس نئے سوالہ سے خوش ہوئے، اور بہت سے ناخوش، اور اب مسئلہ زیر بحث یہ ہے کہ اقبال کا قدم تہی کس جانب اٹھے گا؟ اس باب میں اگر کسی باہر کے شخص کی رائے قابل سماعت ہو سکتی ہے تو اقبال کا قدم کسی ایک راستہ پر گے بڑھتا نہ ہوگا، بلکہ گردش کرتا رہے گا، اقبال نے کمال ذکاوت جس سے ان دونوں راستوں کو محسوس کر لیا ہے، جو قصداً قدر نے اس وقت ہندوستان کے لئے کھول رکھے ہیں، اور توقع یہ ہے کہ ماضی کی طرح مستقبل میں بھی اقبال عالم تذبذب ہی میں رہیں گے۔

موسمہ بالالطین، اقبال کے اکثر کلام کی طرح اردو میں ہیں، یہ وہی زبان ہے جس میں ہمارے اینگلو انڈین اپنے ملازمین کو ڈانٹ ڈپٹ کرتے رہتے ہیں اور جس میں ان کے نزدیک

اس کے سوا اور کسی مفہوم کے ادا کرنے کی قابلیت ہی نہیں، لیکن اقبال اردو کے علاوہ فارسی میں بھی کہتے رہتے ہیں، اور اس سے ایک اور دھچپ مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے۔ ہندوستان کا ہر عالم اپنے لئے تصنیفی زبان ایک سے زائد کہتا ہے، اور قلم اٹھاتے وقت وہ ان میں سے ایک کا انتخاب اپنے موضوع، نیز اپنے مذاق طبیعت کی مناسبت سے کرتا ہے، سیاسیات کو پھر اس وقت اثر اندازی کا موقع ملتا ہے، مصنف اگر مسلمان ہے، اور نقد تصنیف ہندوؤں کے لئے خوش آئند ہے تو وہ یقیناً اردو کا انتخاب کر لے گا، یہی زبان رفتہ رفتہ ملک کی عام و مشترک زبان ہوتی جاتی ہے، اور اس میں سنسکرت کا عنصر بھی شامل ہے، یہی طرح اگر مصنف ہندو ہے تو وہ ہندی زبان اختیار کر لے گا، جس کا رسم الخط اگرچہ الگ ہے، تاہم فرہنگ الفاظ میں اردو سے وہ ضرور ملتی جلتی ہے، لیکن شاعر اگر قومی نہیں بلکہ مذہبی خیال کا شخص ہے، اور اسے ہندوستان جدید کی مرفح کشی نہیں بلکہ اپنے مخصوص قدیم فرقہ کے کارناموں کی داستان سرائی مقصود ہے تو وہ آلہ تصنیف کے لئے کسی قدیم و تبرک زبان کو اختیار کر لے گا، یعنی اگر مسلمان ہے تو فارسی بلکہ عربی کو کر لے گا، اور اگر ہندو ہے تو سنسکرت کو، یہی صورت حال کا اقتضا ہے کہ "اسرار خودی" کا زمانہ تصنیف اگرچہ ہندوستان ہمارا، در نیا سوالہ کے درمیان کا ہے، یا این ہمہ اسکی زبان فارسی ہے، اور اسکی روح (اسپرٹ) ان دونوں سے بالکل مختلف ہے، اسکے مخاطب صرف مسلمان ہیں، اسکے مضامین فلسفیانہ ہیں، اسکی زبان فصحاے فارسی کی زبان ہے، اور اگرچہ غیر اسلامی عناصر بھی اس میں موجود ہیں لیکن اسکا ماخذ ہندو مذہب نہیں بلکہ کچھ اور ہی ہے،

اقبال کی تعلیم کی تکمیل یورپ میں ہوئی، ان کے پاس اعلیٰ ڈگریاں کیمبرج (انگلستان) یونیورسٹی (جوینی) یونیورسٹیوں کی ہیں اور فلسفہ مغرب کے عالم ہیں، اپنے دوسرے معاصرین

کی طرح وہ بھی نیشے سے متاثر ہوئے ہیں، اور اس نے "سوپر مین" (superman) یا فوق انسان بھی کہا جو ناصاف تخیل پیش کیا ہے، اسی کی رہنمائی میں اقبال بھی منازل حیات طے کرنا چاہتے ہیں، اقبال اپنے کلام کے ذریعہ سے یہ تعلیم پیش کرتے ہیں کہ ہمیں دشوار اور پرخطر زندگی کا خوگر رہنا چاہیے؟ ہمیں شیشہ نہیں، پتھر اقطرات شبنم نہیں، اعلیٰ بدخشان، بھیڑ نہیں، شیر بنکر رہنا چاہیے، اور ان کو سفند دن سے ہمیں ہمیشہ محترز رہنا چاہیے، جو ہماری جماعت کی قوت سے خائف ہو کر ہمیں نباتات خوری کی تلقین کرتے رہتے ہیں، ایک دھچپ حکایت میں وہ کہتے ہیں کہ شیر دن نے جب محض بھڑی کو اپنی غذا بنا لیا تو بالآخر اس کے نتائج یہ ہوئے،

باپلنگان سازگار آمد علف گشت آخر گو ہر شیری خوف

از علف آن تیز می دندان نمائد ہیبت چشم شرر افشان نمائد

پنجرہ ہائے امنیں بے زور شد مردہ شد دلہا دہنا گو رشدد

ز در تن کاہیدہ خوف جان فرود خوف جان سرمایہ ہیبت رلود

شیر بیدار از خون میش خفت انحطاط خویش را تہذیب گفت

اس تہذیب سے دور ہی رہنا چاہیے، عشق و محبت اچھی چیز ہے، لیکن اسے رحم و رحمت سے کوئی واسطہ نہیں، یہ گدائی نہیں بلکہ دزدی ہے، اور خودی کے لئے باعث تقویت ہے، حصول محبت کا یہ طریقہ اگر اختیار کیا جائے تو ایک مرد میدان پیدا ہوگا، اور اسی غبار سے ایک شہسوار ظاہر ہوگا، اقبال اسکا پرچوش استقبال کرتے ہیں۔

اے سوارِ شہبِ دران بیا اے فروغِ دیدہ مکان بیا

روئی ہنگامہ ایجاد شو در سوارِ دیدہ آباد شو

لکھنؤ: ۱۹۹۹ء جرنی میں ایک زمانہ حال کا فلسفی، اقبال کی اصطلاح میں ناب حق، اسے اسرا خودی طبع دوم صوفیہ

نوع انسان مزرع و تو حاصلی

کاروان زندگی را منزلی

رجحیت از جوہر خزان برگ شجر

چون بہار ان بر ریاض مالذر

سجدہ ہائے ظلمت و برنا و پیر

از جنین شر سار ما بگیر

از وجود تو سرا فرازمین ما

پس بہ سو ز این جہان سازیم ما

یورپ میں بحیثیت معلم اخلاق نیشے کا کوئی مرتبہ نہیں، فوق انسان کے عقیدہ میں خرابی یہ آپڑتی ہے کہ آپکے ہمسایہ بھی دیکھتے رہتے ہیں، اور حطیح آپ اس کے مدعی ہوتے ہیں اسی طرح وہ بھی کوشش کرتے ہیں، جیسا کہ جرمنی کو تجربہ ہو چکا ہے، لیکن یہ نیشے پر تنقید کا موقع نہیں، اقبال کی خصوصیت یہ نہیں کہ وہ اس عقیدہ کے معتقد ہیں، بلکہ ان کا کمال یہ ہے کہ اس سلسلہ کو قرآن سے ملادیا ہے، اور وہ بھی صرف دو ترمیموں کے ساتھ، نیشے امارت نسلی کا قایل اور وجود باری کا منکر تھا، اقبال ان دونوں مسائل میں اس کے مخالف ہیں، اقبال کے فوق انسان کے لئے کسی خاص نسل یا نسب کی قید نہیں، دوسرے، اسی باری کا قائل ہونا اس کے لئے لازمی ہے، اس کے بعد اقبال اور نیشے میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا، قرآن کی ایک آیت ہے کہ "ہیں زمین پر اپنا نائب پیدا کر دو گا، لا ائی جاعل فی الارض خلیفہ" اور ایک دوسری آیت میں ہے جبکا مفہوم ہے کہ نیابت الہی سے ملائکہ نے اپنی معذوری ظاہر کی اور انسان نے اس بار کو اٹھالیا، انا عرضنا الامانة للہم فقہاء انہی آیات سے مسئلہ خلافت کا استنباط کرتے تھے، اقبال ان سے اپنے فوق انسان کی سند جواز پیدا کرتا ہے، انسان کا فرض یہ قرار دیا جاتا ہے کہ وہ صفات ربانی اپنے میں پیدا کرے، اور اطاعت و ضبط نفس کے مراحل کو طے کر کے نیابت الہی تک پہنچے،

۱۔ اسرا خودی (طبع دوم) صفحہ ۷۶، ۷۷

نائب حق پھر جان عالم است
ہستی او ظل اسم اعظم است
از رموز جزو کل آگہ بود
در جهان قائم بامر اللہ بود

لیکن اقبال کے نزدیک، اخلاق الہی سے متعلیٰ ہونے کے معنی وصال الہی کے نہیں بھیجا کہ ہندوؤں کو، صوفیہ اسلام کو اور خود اقبال کے مرشد راہ، شاعر اعظم رومی تک کو غلط فہمی ہوئی "فوق الانسان" جون جون ذات باری سے قریب تر ہوتا جاتا ہے، انکی خودی کو ترقی ہوتی جاتی ہے، ترک خودی، فنا و وصال کے عقاید، علامات، اسخطاط ہیں، اور مغلوب و محکوم اقوام کے مختصرات سے ہیں،

یہ واضح رہے کہ اقبال وحدت وجود کے منکر نہیں، وہ یہ بیشک کہتے ہیں کہ خودی کو خدا میں جذب ہونا نہ چاہیے، لیکن اسے گول کر جاتے ہیں، کہ اگر وہ جذب ہونا چاہے تو ہو سکتی بھی ہے یا نہیں، ہندوؤں کے عقاید کا خوف ان پر برابری ہے، لیکن یہ ایک ضمنی بات تھی، اصلی دھچپ سہ یہ ہے کہ اقبال نے قرآن دینیت میں تطبیق دیدی ہے اور یہ تطبیق دور از کار تاویلات کا نتیجہ نہیں، بلکہ نیتے کو محض ہستی باری کا قایل بنا کر یہ نتیجہ صاف نکل آیا ہے، عموماً اہل ہند، مغربی فلسفہ کی تحصیل کے وقت یہ نہیں جانتے کہ انکے کام کی کیا کیا چیزیں بیان ملیں گی، اقبال کی نظر ان سب سے گہری تھی،

اقبال نے اپنی ایک دوسری نظم رموز بخودی میں اسلام کی ہیئت اجتماعیہ کو اس حثیت سے پیش کیا ہے کہ مومن اسکے اندر اپنی حیات انفرادی کو فنا کر سکتا، اور شخصی زندگی سے بڑھ کر ایک حیات حاصل کر سکتا ہے، لیکن اس نظام کے ساتھ فوق الانسان کا وجود کیونکر باقی رہ سکتا ہے اس سوال کا جواب یقیناً دلچسپ ہوگا اور کیا عجب ہے کہ مسٹر نکلسن اسکا بھی ترجمہ کر ڈالیں، لیکن رموز بخودی بھی فارسی میں ہے، حالانکہ زیادہ ضرورت اقبال کے اردو کلام کے

ترجمہ کی ہے کہ شاعری کی عظمت کا اصلی دار مدار اسی پر ہے، اقبال کی شاعرانہ عظمت مسلم ہے اگرچہ دہلی کے بعض ہیٹھ اہل زبان اقبال کے پنجابی ہونے پر طعن کرتے رہتے ہیں اور نمایاں سیاست متاסף رہتے ہیں کہ اقبال انکا باکل ہم آہنگ کیوں نہیں ہو جاتا، اقبال کی ایک ذکی انجس و متلون شخصیت ہے، جبکہ اندر غالباً آتش حق کے شرارے موجود ہیں، انکی مثال اس بلبل کی سی ہے جو سیاست کی ہنگامہ آرائیوں سے پریشان ہو گئی ہو، لیکن اسکے لئے ان واقعات سے باکل قطع نظر کرنا بھی ممکن نہیں، اسوقت ہندوستان و اسلام دونوں اس بلبل کے لئے گلستان کا کام نہیں دیکھتے، اقبال کی اواز سب سے زیادہ صاف اسوقت معلوم ہوتی ہے، جو وقت اسکے ضمیر کو پورا سکون ہوتا ہے اور اسکا وطن اصلی دور دراز سے اپنی طرف اشارہ کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے، وہ وطن جسکے راستہ کا رنگستان، ہندو، مسلمان، انگریز سب کو یکساں ملے کرنا ہے، خود اقبال کہتے ہیں۔

نغمہ من از جہانے دیگر است
این جزس را کاروانے دیگر است
اے بسا شاعر کہ بعد از مرگ زاد
چشم خود بر بست و چشم ما کشاد
رفت باز از نیستی بیرون کشید
چون گل از خاک مزار خود دید

(اتینیم)

سیاسیات کے لئے مخصوص ہے اور ^{۱۹۳۲} سنہ سے قائم ہے،

رسالہ پاپو لرسائیس سینٹر نے مختلف وحشی قبائل میں صنعت نسوان کے مخصوص مشاغل و حالات سے متعلق کچھ معلومات درج کئے ہیں، جن سے اس مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے، کہ دونوں ذکور و اناث، ہر دو اصناف کے فرائض، انسان کی ابتدائی زندگی میں بھی ایک دوسرے سے جدا جدا ہوتے ہیں، بچو انا لینڈ کے وحشیوں میں کاشتکاری صرف مرد کرتے ہیں، اور عورت کے لئے زرعی جانوروں کو مس کرنا تک حرام ہے، اسکی قبیلہ کے نزدیک مرد کا عورت کے فرائض و مشاغل میں شرکت کرنا سخت جرم ہے، اکثر قبائل میں، مرد و عورت کی مشارکت طعام قلعانا جائز سمجھی جاتی ہے، بعض قبائل میں ہر دو اصناف کے درمیان اسقدر علیحدگی رکھی جاتی ہے کہ مرد و ان کی زبان بھی عورتوں کی زبان سے بالکل الگ ہو جاتی ہے، چنانچہ قبیلہ کارب میں دو مستقل زبانیں مستعمل ہیں، ایک مردانی، دوسری زنانی، قبیلہ ڈابک میں ہرن کا گوشت مرد کے لئے ممنوع ہے، دران حالیکہ ان کی عورتوں کی یہی خاص غذا ہے،

مسلمان اس خبر کو شکر یقیناً خوش ہوں گے کہ رائٹ آنریبل سید امیر علی کی انگریزی تاریخ اسلام (History of Saracens) کا پہلا ایڈیشن عرصہ ہوا ختم ہو گیا، اور اس کی مانگ اتنی رہی کہ صاحب مطبع کو اسکا جدید ایڈیشن شائع کرنا پڑا،

رائل ایشیائیک سوسائٹی جنرل کے پچھلے نمبر میں پروفیسر براؤن نے چند کتابوں پر تبصرہ کیا ہے، جس کا مطالعہ اسلامی و مشرقی علوم سے ذوق رکھنے والوں کے لئے خاص طور پر دلچسپ

احیاء علیہ

سنہ روان میں پیرس یونیورسٹی میں طلبہ کی کل تعداد ۶۰۰ ہے ^{۱۹۳۲} سنہ میں ان کی تعداد ۱۳۰۰۰ ہزار تھی، یہی سب سے زیادہ، ادبیات، قانون و طبیعیات کے شعبوں میں ہوئی ہے، فرانس میں سب سے زیادہ معزز علمی انجمن فرینچ انسٹیٹیوٹ کے نام سے موسوم ہے، اس کا ممبر ہو جانا فرانس میں اسی درجہ کا خاص اعزاز سمجھا جاتا ہے، جیسا انگلستان میں رائل سوسائٹی کا فیلو منتخب ہو جانا، اس انسٹیٹیوٹ کی بنیاد پولین کے ہاتھ سے ^{۱۹۱۵} سنہ میں پڑی تھی، یہ انسٹیٹیوٹ ہر قسم کے علوم کا جامع ہے، اور اس کے ارکان کی فہرست میں سائنس، فلسفہ انجینئرنگ وغیرہ ہر علم و فن کے مشاہیر و اساتذہ کا نام نظر آتا ہے،

انسٹیٹیوٹ مذکور کی ماتحتی میں پانچ مجلسیں اور بھی ہیں، جن میں سے ہر ایک اکاڈمی کہلاتی ہے، ان میں جو سب سے زیادہ مشہور و قدیم ترین ہے اس کا نام فرینچ اکاڈمی یا عربی عام میں مطلق اکاڈمی ہے، اسے ^{۱۶۳۶} سنہ میں قائم کیا تھا، اس کے ارکان کی تعداد چالیس تک محدود رہتی ہے، دوسری اکاڈمی ادب و انشاکی ہے، تیسری، سائنس کی، اور چوتھی فنون لطیفہ کی، یہ تینوں اکاڈمیاں ^{۱۸۱۳} سنہ سے قائم ہیں، پانچویں اکاڈمی اخلاقیات و

ہوگا، وہ کتابیں یہ ہیں:-

(۱) "ایران کا قومی شاعر" اس عنوان سے پروفیسر فولڈیکی نے جرمن زبان میں ایک کتاب آج سے پچیس برس پہلے شائع کی تھی، اور اب اسے ترمیم، و نظر ثانی، حذوف و اضافہ کے بعد پھر شائع کیا ہے، اصل موضوع شاہنامہ فردوسی پر ایک مفصل و مبسوط تبصرہ ہے،

(۲) "قدیم ایرانی شاعری"، ابتدا سے عہد فردوسی تک (تقریباً قبل مسیح تیسرے تا پہلے صدی) پر انگریزی زبان میں پروفیسر ولیم جیکسن (کولمبیا یونیورسٹی) نے شائع کی ہے،

(۳) ترجمہ مناقب اعرافین، جلد اول۔ مولانا سید روم کے حالات و سوانح میں سب سے زیادہ مستند کتاب یہی ہے، میسور ہوانے اس کے ابتدائی تین ابواب کا ترجمہ فریچمین شائع کیا ہے، (۴) شیخ سعدی، اس عنوان سے ڈاکٹر ماسی نے فریچ زبان میں شیخ سعدی کے سوانح و تعانیف پر تبصرہ کیا ہے،

(۵) "ایران و دول یورپ کے تعلقات" (تقریباً ۱۹۱۹ء) یہ ضخیم کتاب جس میں ایران اور تقریباً کل دول یورپ، یعنی انگلستان، روس، فرانس، بلجیم، آسٹریا، جرمنی، ترکی، امریکہ وغیرہ کے تعلقات مندرج ہیں، ڈاکٹر ولیم لیٹن نے جرمن زبان میں شائع کی ہے،

(۶) "گنج شایگان" فارسی زبان میں اقتصادیات ایران پر ہے، مصنفہ سید محمد علی جمال زاده (سلسلہ انتشارات ادارہ کاوہ - برلن)۔

(۷) ترجمہ انگریزی اسرار خودی، از پروفیسر انگلسن، اس کا ذکر ان صفحات میں ایک سے زائد بار آچکا ہے،

(۸) "یادگار پروفیسر فولڈیکی"، مشہور مشرق پر پروفیسر فولڈیکی کی ہشتاد سالہ سالگرہ کے موقع پر یہ مجموعہ مضامین موصوف کے تلامذہ نے مرتب کر کے پیش کیا ہے،

(۹) یادگار پروفیسر اینڈریاس۔ جرمنی میں بعد پروفیسر فولڈیکی کے یہی صاحب اسلامی و ایرانی علوم کے سب سے بڑے ماہر سمجھے جاتے ہیں، ان کی ہفتاد سالہ سالگرہ کے موقع پر یہ مجموعہ مضامین ان کے تلامذہ نے ترتیب دیا ہے،

دنیا میں سونے کا ذخیرہ اس وقت سب سے زیادہ جس ملک میں موجود ہے، وہ امریکہ ہے، امریکہ کی حیرت انگیز دولت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے، کہ جنگ کے قبل وہ بہ قدر ڈالر کے دوسرے ممالک کا قرضدار تھا، لیکن آج بہ قدر ڈالر کے دوسرے ممالک اس کے قرضدار ہیں!

امریکہ کی آبادی دنیا کی مجموعی آبادی کے مقابلہ میں صرف ۶ فی صدی، اور اس کا رقبہ دنیا کے مجموعی رقبہ کے مقابلہ میں صرف ۶ فی صدی ہے، با اینہم دنیا کے بازاروں میں جس قدر سامان وہ بیٹا کرتا ہے اس کا اندازہ اعداد ذیل سے ہوگا:-

۲۰ فی صدی	سونا
۴۰ فی صدی	چاندی
۴۰	لوہا
۴۰	سیا
۶۰	تانبا
۵۲	کونک
۶۰	روئی
۲۵	گہون

المونیم

تیل

موٹر کار

۶۰ فی صدی

۶۶

۸۵

بوسن (امریکہ) کا طبی رسالہ، بوسن میڈیکل اینڈ سرجیکل جرنل لکھتا ہے، کہ اسپتال میں ایک سیزوہ سالہ لڑکی داخل ہوئی جس کے متعلق ڈاکٹروں کی تشخیص تھی، کہ اس کی امعاء و خور (اندھی آنت) میں ورم ہو گیا ہے، ایک سال سے زائد ہو گیا تھا، کہ ہر دوسرے تیسرے مہینہ اسے شدید درد معدہ کے دورہ پڑنے لگے تھے، جو ایک ایک ہفتہ رہتے تھے، اور اس مدت میں وہ بیتاب ہو ہو جاتی تھی، دوران کے درمیانی وقفہ میں بھی ہلکا ہلکا درد ہر وقت راکرنا تھا جو چلنے پھرنے سے بڑھ جاتا، اور لیٹنے سے جاتا رہتا، اسپتال میں اس پر عمل جراحی کیا گیا تو اس کے معدہ کے اندر سے بالوں کا ایک گچھا برآمد ہوا، جس کی ضخامت خود معدہ ہی کے حصہ اندرونی کے مساوی تھی، اور جس کا وزن قریب سات آؤنس کے تھا، معلوم یہ ہوا کہ اس لڑکی کی یہ عادت پڑ گئی تھی، کہ اپنے سر کا بال اکھاڑتی اور اسے اپنی انگلی میں لپیٹ کر انگلی کو چوسا کرتی،

ایک سائنٹفک رسالہ لکھتا ہے، کہ آفتاب کبود صرف ایک بار دکھائی دیا تھا، اس کے علاوہ باقی میں اس کی کوئی مثال موجود نہیں، اور نہ شاید مستقبل میں ہو سکے، یہ واقعہ سنہ ۱۸۵۹ء کا ہے، اس سال کے موسم بہار میں جزیرہ سنڈا اسیٹس میں کوہ آتش نشان نے دفعہ آتشباری شروع کر دی تھی، جو اس قدر سخت تھی کہ متعدد پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر ہوا میں اڑ گئے تھے،

زمین میں ایک ہزار فٹ گہرا غار ہو گیا تھا، اور گرد و روں میں پتھر اور مٹی کا بادل، ایل کے درمیں محیط ہو گیا تھا، آفتاب کا رنگ اس وقت نیلا ہو گیا تھا،

بحیرہ جاپان میں ایک جزیرہ میواجیما ہے، وہاں کی سلطنت کا ایک عجیب و غریب قانون یہ ہے، کہ اس کے حدود کے اندر پیدائش، موت، اور کتون کا پالنا، یہ تین چیزیں سنگین جرائم میں داخل ہیں، کتون کا نہ پالنا تو کوئی ایسی بری بات نہیں، البتہ اس قانون سے باشندوں کو سخت تکلیف رہتی ہے، کہ کسی انسان کا نہ اس سرزمین پر تولد ہونا جائز ہے اور نہ وفات پانا، یہ پردہ نظارہ بارہا دیکھنے میں آتا ہے، کہ ایک شخص پر عالم سکران طاری ہے، اور اس کے ورثاء، جلدی جلدی اُسے کشتی پر لئے ہوئے بھاگے جا رہے ہیں، کہ اس کی روح اس سرزمین سے باہر قبض ہو، علیٰ ہذا ایک عورت دروزہ کے آلام میں مبتلا ہے، اور اسکے اعزہ جلد سے جلد اُسے ساحل سے دور کرنے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں، با اینہم فطرت کے انتظامات کبھی کبھی ان قوانین کی خلاف ورزی بھی مجبور کر اہی دیتے ہیں، اس وقت زچہ کو یا متونی کے اعزہ کو سخت سزائیں برداشت کرنا ہوتی ہیں،

دنس (اٹلی) کے ڈاکٹر پائیس نے اپنے تجربات کی بنا پر دعویٰ کیا ہے، کہ ملیریا کے علاج میں ایکس ریز کی مدد نہایت کامیاب ثابت ہوئی ہے، وہ اس کے متعلق ۱۹۱۶ء سے تجربات کر رہے ہیں، اور اس نتیجہ پر پہنچے ہیں، کہ اگر طحال پر ایکس ریز کا اثر ڈالا جائے تو طحال کا بڑھنا از خود موقوف ہو جاتا ہے، اور اس سے کینسر کے اثر کو بہت تقویت پہنچ جاتی ہے،

ایک فریج طبیب، ڈاکٹر لیون نے اپنے تجربات کی بنا پر ظاہر کیا ہے کہ چمکی
آئینہ کا بہترین علاج زمین پر چپ چاپ سید ہے (چت) لیٹ جاتا ہے،
(پاپولر سائنس)

کچھ مدت ہوئی لندن کے مشہور طبی رسالہ لینسٹ نے ایک نوجوان شخص کی کیفیت
شارح کی تھی، جو مادر زاد نابینا تھا، اور ایک بڑی حد تک فائر العقل و ضعیف الدماغ تھا۔
بالہنہ ریاضی کے دقیق ترین سوالات کو چشم زدن میں حل کر دیتا تھا، چنانچہ ہزاروں کا
جزر مربع دو چار سکند، اور لاکھوں کا جزر مکعب چند سکند میں بتا دیتا تھا، ایک مرتبہ اس سے
سوال کیا گیا کہ ۳۷۵ و ۴۸۴ و ۶۶۵ کا جزر مربع کیا ہوگا؟ اور اس نے تیرہ سکند کی مدت
میں جواب دیا، کہ ۷۷۵۔ اس سے بھی بڑھ کر حیرت انگیز یہ واقعہ ہے کہ اگر ۶۴۴ صندوق
لیے ہوں جنہیں پہلے صندوق میں ایک دانہ غلہ کا ہو، دوسرے میں دو، تیسرے میں چار
چوتھے میں آٹھ، پانچویں میں سولہ، اور اسی تناسب پر پورے چونتیس ہوں صندوق پہرے ہوں
تو مختلف صندوق میں انکی کیا تعداد ہوگی؟ اس نے فی الفور ملا تامل جواب دیا کہ
کہ چودھویں صندوق میں انکی تعداد ۸۱۹۲ ہوگی، اٹھارویں میں ۱۱۳۱۰۷۲ اور چوبیسویں
میں ۱۸۳۸۸۶۰۸ اور ۶ سکند کے اندر کہا کہ اڑتالیسویں کبس میں ۳۲۸ و ۳۵۵ و ۴۸۸ و
۶۳۷ و ۸۰۶ ہوگی! اس پر اس سے یہ سوال کیا گیا کہ پورے چونتیس ہوں صندوق کے
اندر مجموعی تعداد کیا ہوگی؟ اس کا جواب ۵۴ سکند کے اندر اسکی زبان پر تھا، کہ ۵۱۵ و ۵۱۵ و ۵۱۵

۱۸۲۴ و ۱۸۲۴ و ۱۸۲۴

جو لوگ صبح سات بجے کے بعد بیدار ہوتے ہیں، اور گیارہ بجے شب کو سوتے ہیں،

انکی تازگی و قوت دماغ کا بہترین وقت کیا ہوتا ہے؟ ڈاکٹر دن کی تازہ تحقیقات سے کہہ ۱۰ بجے
دن کا وقت سب سے بہتر ہوتا ہے، ۱۲۵ اشخاص پر تجربہ کیا گیا اور اسکے نتائج حسب ذیل نکلے،

وقت

درجہ قوت و تازگی دماغ

۸ بجے صبح

۱۰۰

۹

۱۰۴/۳

۱۰

۱۰۶/۶

۱۱

۱۰۵/۶

۱ بجے دوپہر

۹۸/۷

۲

۱۰۰/۶

۳

۱۰۵/۱

۴

۱۰۴/۲

۵

۱۰۰/۴

گویا دماغی کام کرنے کے لئے سب سے زیادہ نامناسب و ناموزون وقت دوپہر کا

اور دوپہر کے بعد کا ہوتا ہے کہ اس وقت دماغ سب سے زیادہ خستہ و پراگندہ ہوتا ہے،

ہندوستان میں دوپہر کے کھانے کے بعد جو قیلولہ کار و راج ہے، وہ شاید اسی مصلحت

پر مبنی ہے۔

ہمالیہ کی مشہور چوٹی کوہ ایورسٹ، جس پر چڑھنے کے لئے محققین فن جغرافیہ کا
دفد آج کل آیا ہوا ہے، دنیا کے پہاڑوں کی بلند ترین چوٹی ہے، کچھ عرصہ پیشتر تک

سائنس اس کوشش میں دس بارہ سال سے مصروف تھا۔

ایک سائنسک رسالہ لکھتا ہے کہ کوہ ایورسٹ کی چڑھائی کے بعد اب جبکہ قطب شمالی و جنوبی کی تحقیقات بھی تقریباً تکمیل کو پہنچ چکی ہیں، انسان کے لئے خشکی پر اپنی جغرافیہ بلند حوصلگیوں کے پورے کرنے کا کوئی اور میدان نہ باقی رہ جائیگا اور اس وقت اسکی عنان توجہ قدرتی قوتوں کی جانب منتقل ہوگی، بحریات سے متعلق ابھی صد ہا سو راہیں باقی ہیں، جنگی بابت معلومات حاصل کرنا بحریات کی تحقیقات سے کچھ کم دلچسپ و اہم ہیں۔ شاید بہت کم لوگوں کو معلوم ہو، کہ جس طرح خشکی میں پہاڑوں کی بلند ترین چوٹیاں ہوتی ہیں، اسی طرح سمندر میں عمیق ترین غار بھی ہیں، چنانچہ بحر ہلالے میں کی ٹرنچ نامی ایک غار ۲۱۳۴۲ فٹ، اور بحر ہند میں سندھ ٹرنچ نامی ایک غار ۲۲۹۶۸ فٹ گہرا ہے، اور بحر الکاہل (پاسفک) میں فیلیپائن کے قریب تو ایک غار اس قدر عمیق ہے کہ پورا کوہ ایورسٹ اسکی زمین سے بخوبی غرق ہو سکتا ہے، اس غار کی گہرائی ۳۲۰۸۹ فٹ ہے، ان گہرائیوں تک پہنچنا تو الگ رہا، اب تک جو بہترین ابدوز کشتیاں ایجاد ہوئی ہیں وہ بھی تین سو فٹ سے زیادہ غوطہ نہیں لگا سکتیں مہرین فن کی یہ قطعی رائے ہے کہ کوئی غرق شدہ جہاز سمندر کی تہ تک نہیں جاتا، بلکہ ہر جہاز سطح آب سے چند فٹ نیچے اتر کر معلق رہ جاتا ہے، اگر ان گہرائیوں تک پہنچنے کی کوئی تدبیر نکل آتی، تو معلوم نہیں کتنا ذخیرہ جبکہ اس وقت قطعاً ضائع شدہ سمجھا جا رہا ہے، برآمد ہو جائے۔

علماء فن کے اندازہ میں اسکی بلندی ۲۹۰۰۲ فٹ تھی، لیکن آخری اعداد کے بموجب اسکی بلندی کا تخمینہ ۳۸ فٹ اور زاید یعنی ۲۹۱۴۰ فٹ قرار پایا ہے، تقیاس الہوا (ہیردیسٹ) کا درجہ سمندلی سطح زمین پر ۱۲ انچ کا رہتا ہے، لیکن ایورسٹ پر صرف ۹ انچ تک رہتا ہے، اسکا نتیجہ یہ ہے کہ اس چوٹی پر چیز دن کا وزن نسبتاً بہت ہی خفیف معلوم ہوگا، مثلاً ہوا کا وزن جو عام سطح زمین کے ایک سیل مربع کے رقبہ پر ۲۸۰۰۰۰ ٹن رہتا ہے، ایورسٹ پر صرف ۸۰۰۰۰ ٹن محسوس ہوگا۔

سلسلہ کوہستان ہمالیہ میں ۲۸۴ چوٹیاں ایسی ہیں، جنگی بلندیاں ۲۳۰۰۰ فٹ سے اوپر ہیں، اور دو پہاڑ ایسے ہیں جنگی بلندی ۲۸۰۰۰ فٹ سے بھی متجاوز ہے ایک کچھنگا اول، دوسرے کچھنگا دوم۔ اب تک بلند ترین پہاڑ جس پر انسانی قدم پہنچ سکا کوہ ترسول (ٹرسل ماؤنٹ) ہے، جنگی بلندی سطح سمندر سے ۲۳۴۰۶ فٹ کی ہے اس پر ڈاکٹر لانگ اسٹاف ۱۹۰۰ء میں چڑھے تھے، دوسرے نمبر پر ڈیوک آف ایروزی کی بہت کڑکھا جاسکتا ہے، جو ۱۹۰۰ء میں برائڈ پیکر چڑھے تھے، جنگی بلندی ۲۰۰۰۰ فٹ سے متجاوز ہے۔

سیناؤ گرات میں اب تک جو تصاویر دکھائی جاتی تھیں... اگرچہ متحرک ہوتی تھیں، لیکن خاموش رہتی تھیں، اب سویڈن کے ایک ماہر سائنس یوسون برگلینڈ نے ایک ایسی ایجاد کا دعویٰ کیا ہے، جسکے ذریعہ سے ان تصاویر میں گویا الہی آجائیگی یعنی ان میں حرکت داؤد و لڑن ایک ساتھ پیدا ہونے لگیں گی، کہا جاتا ہے یہ

آج کل بعض ماسٹرین دیوانیات کے پیش نظر یہ سوال ہے کہ آیا بڑے مینڈ ہک
اک کی حرارت سے متاثر ہوتے ہیں یا نہیں؟ ڈاکٹر ڈولینڈ نے حال میں یہ تجربات
انگلستان و ہندوستان دونوں ملکوں میں کئے کہ جلتے ہوئے سگریٹ کے ٹکڑے
اور دہکتے ہوئے انگارے ان بڑے مینڈ ہکوں کے آگے ڈال دئے اور یہ بلا تامل
اور بغیر کسی قسم کی تکلیف کا اظہار کئے انہیں نگل گئے، اس سے قیاس تو یہی ہوتا
ہے کہ بڑے مینڈ ہکوں پر آگ کی حرارت اثر نہیں کرتی، قدامت کا خیال تھا کہ بعض
چھپکلیاں (چپکلی اور مینڈ ہک متدا لجنس نوعیتیں ہیں) آگ کھا کھا کر رہتی ہیں۔

انگلستان کے ایک ممتاز سیاح پادری جان راسکو، مشرقی افریقہ میں

سالہا سال کی اقامت کے بعد اب وطن واپس ہوئے ہیں اور افریقہ سے متعلق
بسیوں عجیب و غریب معلومات کا ذخیرہ اپنے ہمراہ لائے ہیں، ذخیرہ معلومات کے
علاوہ کافی ذخیرہ اشیاء اذاد بھی انکے ہمراہ ہے جن میں پچاس کے قریب ایسی بوٹیاں
ہیں جو لمیریا، آتشک وغیرہ کے شدید ترین اقسام کے لئے اکسیرین، قسم قسم کے
زہریں اور انواع و اقسام کے آلات، اوزار و اصنام ہیں جنہیں سے بعض چار
چار ہزار سال کے ہیں! رپورنڈر اسکو، ایل سوسائٹی کی جانب سے سرکاری
حیثیت سے اس خبر افیانہ تحقیقات پر مامور ہوئے تھے اور بعض فیاض طبع افراد
نے انکی مالی امداد بھی کی تھی، انکی عمر ۶۰ سال سے اوپر ہے، انہوں نے ہزار ہا
میل کی مسافت عموماً بائیکل پر سوار ہو کر طے کی۔

پادری موصوف کا بیان ہے کہ بعض وحشی قبائل انہیں ایسے بے جنگی غذا بجز
دودھ کے اور کچھ نہیں، البتہ جب کوئی گائے مر جاتی ہے تو اسکا گوشت کھاتے ہیں اور
اور اسکے بعد بارہ گھنٹہ تک لازماً روزہ رکھتے ہیں، مویشیوں کی اسقدر افراط ہے کہ
جس سردار کے پاس بیس ہزار کی تعداد میں گائے بیل ہوں وہ چھوٹے درجہ کا سمجھا جاتا
ہے، بعض مردم خور قبائل سے سابقہ پڑا، انکی عورتیں نہایت ہی فریب ہوتی ہیں اور مرد
دبے پتلے لیکن نہایت طویل قامت اور مضبوط ہوتے ہیں، اکثر دن کا قد چہ فٹ
سے نکلتا ہوا ہوتا ہے، ایک مردم خور شخص نے اپنا تجربہ بیان کیا کہ "انگریزوں کا
گوشت کھانے میں سخت اور چمڑا ہوتا ہے، برخلاف اسکے ہندوستانیوں کا
ملایم و لذیذ ہوتا ہے"

بعض قبائل سیاح مذکور کو ایسے بے جنین لڑکیوں کی شگنی انکے پیدا ہوتے
ہی کر دی جاتی ہے اور ۱۲-۱۴ برس کے سن میں انکی شادی کر دی جاتی ہے، شادی
سے قبل اگر انکی نیک چلنی مشتبہ پائی گئی، تو اسکی سزا انہیں قتل متی ہے، بعض قبائل
ایسے بھی ہیں جنہیں عورت کی بد چلنی شادی سے قبل چند ان مایوب انہیں سمجھی جاتی
لیکن شادی کے بعد اسکی سزا موت ہوتی ہے، مگر اسکو کو شاہ منور کے دربار میں
بھی باریابی کا موقع ملا، یہ بادشاہ باجو د ایک وحشی قبیلہ کے فرد ہونے کے شہریوں کی
کوشش سے عیسائی ہو گیا ہے، اس نے اسکو صاحب کی خدمت میں وہ نادر
ذخیرہ پیش کیا جس سے آج سے چار ہزار سال قبل کی تاریخ کی بسیوں گتیاں کھل جاتی ہیں۔

دی ہوئے لگی، لیکن اب مدغم ہونے کی شرح دو ہزار سال میں ایک سکنڈ کی رہ گئی ہے، اگر گزری کے اثر سے ارض و مہتاب کا درمیانی فاصلہ بھی زیادہ ہوتا گیا تا آنکہ اس وقت مرکز مہتاب کی مسافت مرکز ارض سے بہ قدر ۳۳۸۸۳۳ میل کے ہو مہتاب کا قطر ۲۱۶۰ میل ہے جو زمین کے قطر سے کچھ اوپر ایک رُبع (۱/۴) ہے اور چاند کی دبازت بہ مقابلہ زمین کی دبازت کے قریب ۱/۱۰ کے ہے،

(ایضاً)

سٹرکارنل، فیلور ایل جیو گرافیکل موسائٹی جو جنوبی افریقہ کی بستی سالہ سیاحت کے بعد انگلستان واپس آئے ہیں، لکھتے ہیں کہ میں نواح دریائے آرنج کے باشندوں سے بارہا سنا کرتا تھا کہ اس دریا میں ایک عظیم الشان جانور رہتا ہے، جسکی گردن سطح آب سے دس فٹ بلند رہتی ہے اور جو مولیشیوں کو نگل جاتا ہے میں اس روایت کو محض افسانہ سمجھتا تھا، لیکن گذشتہ مئی میں میں نے بہ چشم خود اس اثر کو دیکھا۔

اپریل میں جو چاند گرہن واقع ہوا ہے اس سے ہیئت دائرن میں پہر کرہ مہتاب کے متعلق تحقیق و تفتیش کی ایک تحریک پیدا ہو گئی ہے، اب تک بہت کم لوگوں نے اس حقیقت پر غور کیا ہوگا، کہ گردش ارض و دور قمر کے باوجود چاند کا ایک ہی رخ زمین کی جانب رہتا ہے، گویا وہ ایک گیند ہے، جو ایک غیر مرئی ڈور سے چارے کرہ ارض سے بندھا ہوا ہے۔ اسکا دوسرا رخ ہمیشہ ہمارے لئے مخفی و مستور رہا ہے، جو رخ ہمارے پیش نظر ہے، اسکے لحاظ سے سطح مہتاب تا متر ویران، غیر آباد، و سنسان ہے کہ اسکے مقابلہ میں صحرائے افریقہ کو شاداب و گلزار کہہ سکتے ہیں، اسکی سطح پر بچے ہوئے آتشیں پہاڑوں کی وہ مہیب و ہولناک کثرت ہے کہ جنکے مقابلہ میں زمین کی کوئی شے نہیں پیش کی جاسکتی، ہوا پانی وغیرہ جن جن چیزوں سے حیات و البتہ سمجھی جاسکتی ہے ان میں سے ایک چیز بھی مہتاب میں موجود نہیں،

(پالیور سائنس)

مشہور ماہر فلکیات، سر جارج ڈارون کی تحقیقات نے یہ قطعی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ آج سے کئی کروڑ سال ہوئے، چاند یا تو ہمارے کرہ ارض ہی کا ایک جزو تھا، یا اسکی تخلیق کرہ ارض سے متصل اسی مادہ سے ہوئی، جس سے زمین بنی ہے اور غالباً چند ہی ہزار سال اُدھر زمین پر دن رات ۲۴ گھنٹہ کے تہمین، بلکہ کل ۱۸ گھنٹہ کے ہوتے تھے، مہتاب میں جو قوت کشش ہے، اسکے اثر سے بحر ارضی میں بہ کثرت موجز پیدا ہونے لگے، اور اس سے جو گرہ فضا میں پیدا ہوئی، اس نے زمین کی شرح گردش محوری کو گھٹانا شروع کر دیا، اول اول یہ رفتار بہت تیزی سے

انشاء علیہ السلام

مفتی صدر الدین خان آزرہ، صدر الصدور دہلی

کا خط

نواب مصطفیٰ خان شیفتہ کے نام

مفتی صاحب موصوف غدر کے پس و پیش زمانہ میں دہلی کے سر بڑا آوردہ علماء میں سے تھے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے ارشد تلامذہ میں تھے، شعر و سخن کے لحاظ سے غالب کے ہم نشین اور حرفیوں میں تھے، دہلی میں اپنے درجہ کے طلبہ کو بے مزد و اجرت علمائے سلف کے طریقہ پر درس دیتے تھے منصب کے لحاظ سے انگریزوں کی طرف سے دہلی کے صدر الصدور تھے، اہل سنت تک عام مسلمان اور خصوصاً علماء انگریزوں کی نوکری کو حرام اور کم از کم تقویٰ کے خلاف جانتے تھے جس کی شہادت اس زمانہ کے بزرگوں کے خطوط میں بکثرت ملتی ہے، مفتی صاحب نے اپنے اس منصب کی آمدنی سے اپنی ذاتی جائیداد بہت پیدا کر لی تھی، لیکن غدر کے بلوفان میں اپنی بھی انگریزوں نے بیوفائی کا الزام قائم کیا، اور ان کی جائیداد ضبطی میں آ گئی، اور منصب ہمارے بھی الگ کر دیے گئے،

ذیل کا خط اسی زمانہ کا ہے، اس خط سے مفتی صاحب کے اندرونی خیالات کا پتہ لگے گا، اور

یہ بھی معلوم ہو گا کہ دہلی کی تباہی پر اون کا دل کیسا کڑوا تھا، اس عہد میں خط و کتابت کی زبان فارسی تھی مگر غالب کی جرأت آموزی نے دوسرے ادیبان ہند کو بھی اس کی ہمت و لادہمی مل گئی کہ وہ بے تکلف اور روان اردو میں اظہار مطلب کریں، چنانچہ اس خط سے معلوم ہو گا کہ غالب کے علاوہ اور اون کے معاصر انشا پردازوں کی طرز تحریر بھی کیسی بے تکلف سادہ اور روان تھی یہ خط ہم کو مفتی صاحب کے شاگرد رشید نواب صدیق حسن خان مرحوم کی ایک نامہ تمام نفی تاریخ قنوج میں دستیاب ہوا ہے جو اب اون کے خلع الصدق مفتی الدولہ نواب علی حسن خان کے پاس ہے،

شکر ہے اس پروردگار عالم کا جس نے مجھ کو ایسی دلدل سے کہ ہمہ تن اس میں غرقاب تھا نکالا، کیسے علائق میں جکڑ بند تھا کہ نکلا اس سے سوائے ایسی صورت کے جو پیش آئی ممکن نہ تھا، مقدمات اصلی کا فیصل کرنا، منصفوں اور صدر امینوں کے مقدمات کا مرافعہ سنا، رجسٹری کے ذائق پر دستخط کرنا، مقدمات دورہ میں فتویٰ دینا، کمیشنوں میں حاضر ہونا، طلباء مدرسہ سرکاری کا امتحان ماہوار می لینا، احکام اخیر کو اپنے ہاتھ سے لکھنا، ہزار ہا کاغذ دستخط کرنا، پھر گھر میں آ کر طالب علموں کا پڑھانا اور اطراف جوانب کے سوالات شرعی کا لکھنا، وہابیوں اور بدعتیوں کے جھگڑے میں حکم ہونا، مجالس شادی و غمی اور اعراس میں جانا، شعر و شاعری کی صحبت کو گرم رکھنا، باغات کی سیر کو اور خواجہ صاحب کی زیارت کو اکثر جانا، القیون کو ساتھ لے جانا اور انکی دعوت کا اہتمام کرنا، یہ اشغال ایسے تھے کہ رات دن اسی میں غلطان پچان تھا اور جان کو ایک دم آرام نہ تھا، نہ کھانے کی حلاوت نہ سونے کا مزہ، نہ طاعت کا لطف، نہ ناخچگانہ بھی حسب عادت ادا ہوتی تھی، وجہ فیصلہ لکھتے لکھتے ظہر کا وقت اکثر آ جاتا تو وجہ ڈگری و ڈسمس کے عین میں لے یہ خاص دہلی کا لفظ ہے جس کے معنی بیگار لوگوں کے ہیں۔

دوسرے انداز ہوتی، تنخواہ اور آمدنی جسمی کی جب آتی تو ریوڑ یون کی طرح بٹ جاتی اگرچہ
لوگوں کو میرے ہونے سے اس کام پر نفع تھا مگر میری ذات کو کچھ فائدہ اور تمتع دنیا کا نہ تھا،
اور آخرت کا حال یہ کہ یہ نوکری یعنی فصل خصوصیات موافق قوانین انگریزی کے اور یہ فتویٰ
نویسی گو بر عایت قواعد شرع ہو مگر جائز نہ تھی گو دباؤ سے ہمارے علم و دجاہت کے کوئی
بول نہ سکتا تھا اور اسکرہ ہمیشہ اس سے رہا مگر کبھی چھوڑا نہیں، اس چالیں برس کی
نوکری میں ہزار ہا کو بچایا اور ہزار ہا کو ہرایا، سیکڑوں بسوہ داریاں ہمارے حکم سے نیلام
ہوئیں صد ہا آدمیوں کے قتل کا فتویٰ دیا اور صد ہا قید ہوئے، سوائے اس کے اور گناہ
بہترے ہیں جن کو میں جانتا ہوں اور جو علم الہی میں ہیں، اس کا کچھ حساب نہیں، ساری
عمر صرف افعال ہی حیوانی ہوئی اور اگر انسان ہوئے تو شیطان ہوئے، اسی کی مغفرت پر مجھ رہے
والا مواخذہ ہو تو کچھ ٹھکانا نہیں، حقوق اللہ وہ اپنے فضل عظیم سے بخشے گا، حقوق العباد
بھی اُس کے کرم سے بخشے جائیں گے، اللہم مغفرتک ادسع من ذنوبی ورحمتک ارجی
خدا ہی میں علی جب حال یہ ہو تو کیا انعام و احسان اسکا ہو کہ ایسے گرفتار علاقہ کو ان بلیات سے
ایسا الگ کر دیا کہ گویا کچھ تھا ہی نہیں، اور اگر اسی حال میں موت آجاتی تو نفس اُسی آفات
میں مبتلا رہتا جیسا کہ کما تعیشون تموتون مکاتموتون محشر میں اور کس وقت میں علیحدہ کیا
کہ جب عمر شریکی پہنچی اور پھر نجات کس مصیبت سے دی کہ کوئی مصیبت دنیا کی اس سے
بڑھ کر نہ تھی اور رزق کا ڈھنگ ایسا پیدا کر دیا کہ اس کی حلت میں کچھ شبہ نہیں،
املاک متروکہ پدیری اس میں کم یقین اور اکثر زرخیز یا سی مال مشتبہ سے تھی، وہ بالکل منقطع
ہو گئی اور پھر سرکار سے مجدد اعطا ہوئی خواہ وہ آدمی ہو یا ساری ہو واسطے معاش کے
کافی ہو، خلیل الذکر الخفی وخیل الرزق ما یغنی، اور نہ وہ کتابین رہیں جن کا پڑھنا پڑانا

مفسر لغو و لا طائل تھا، کلام اللہ منتخب احادیث بخاری و مسلم و حسن و حسین و حزب لا اعظم
اور ادعیہ ماثورہ کہ ہر وقت اور ہر جگہ ہم پونچتے ہیں اگر بعد فراغ حوائج انسانی اور ادائی
ناز چنگانہ کے کل اوقات اس کی تلاوت اور ذکر الہی میں صرف ہوں اور یہی شعار اور
یہی دثار ہو تو کیا خوش ظالمی اور کسی خوش نصیبی ہی کہ دنیا اور آخرت دونوں حاصل میں
ایسی آسودگی اور فراغ البالی کہ یک ذرہ بھی لگاؤ دنیا اور اہل دنیا سے نہ رہا، مجھ جیسے آلودہ
علاقہ دنیا کو کہاں میری تھی، اور پھر اس وقت میں کوئی دنیا کی حسرت باقی نہیں رہی، اور
آفتاب عمر قریب غروب ہی، اور اب تک جو اس قائم اور عقل درست اور تندرستی ہے،
توبہ، انابت و استغفار و طاعت و عبادت پر درگاہ کا اب تک باقی ہے اگر یہ بقیہ انفس
اسی میں گذر جاوے اور خاتمہ ایمان پر ہو تو نعمت و وجہانی حاصل ہے، امید اجاب با صفا
اور عزیزان بے ریاسے یہ کہ یہی دعا میرے حق میں کرین بعض معاذیل دنیا سے جب میرے
واسطے یہ دعا کرتے ہیں کہ ابھی پھر وہی حکم حاصل ہو، اور وہی اوج موج، اور وہی ڈھکا
بکے یا بعض سفہاء یہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ وہی حکم رانی ہو جاوے، پھر اختیار ہے چند روز بعد
چھوڑ دینے کا، تو میں بہت ہنستا ہوں ان کی خفت پر کوئی حسن، عاقبت کی دعا نہیں کرتا،

اللہم احسن عاقبتنا فی الامور کلہا خداوند! ہمارے تمام کاموں کا انجام اچھا کر
واجزنا من خزی الدنیا وعدۃ اب اور ہم کو دنیا کی ذلت اور عذاب آخرت سے
الآخرۃ اللہم اقم لنا من الیقین نجات دے، خداوند! ہم کو ایسا یقین دے
ما تھون علینا مصائب الدنیا، جس سے مصائب نبوی آسان ہو جائیں،
اللہم کما دزدتہ منی صۃ حب خداوند! جس طرح تو نے مجھ کو محبوب چیزیں عطا فرمائی ہیں
فاجعلہ قوتہ لی فیما تحب، اسی طرح او سکواں کاموں کیلئے ایک قوت بنا

جو ٹھکڑو محبوب ہیں

عمل برآن کما حقہ نشود آنوقت از دست رفت

اللهم وما ذویت عنی صاحب خداوند! تو نے میری جن محبوب چیزوں کو بھڑکے
فاجعلہ فراغاً لی فیما تحب دور کر دیا ہے اُن کی جگہ وہ چیزیں عطا کر جن کو
تو محبوب رکھتا ہے

حالات آنست کہ امیدوار استجابت آن باشند

قال تعالیٰ وکم اهلکنا من قریۃ بطرات اور کہنے لگا اُن جن کی زندگی فخر و غرور کی زندگی
معیشتہا فکل مساکنہم لم تسکن من بنگلی تھی ہم نے اُن کو برباد کر دیا پس اُن کے
بعد ہم کلا قلیل و کم نحن یہ مکانات میں جن میں اُن کے بعد بہت کم
الوارثین سکونت اختیار کی تھی اور ہم ہی اُن کے
وارث ہوئے

یہ حال ہوا دہلی کا اور اہل دہلی کا حزب اللہ مثلاً

قریۃ کانت آمنہ مطمئنة یا قیہا اور خدا نے ایک گائون کی یہ مثل بیان کی ہے
رزقہا رعداً امن کل مکان فکفرت جو نہایت پر امن تھا اور جس میں ہر طرف سے
بالنعم اللہ فاذا قہا اللہ اباس الجوع رزق با نرا ط آتا تھا لیکن جب اوس نے
والخوف بما کانوا یصغون انتھی کفران نعمت کیا تو خدا نے اوس کو بھوک اور
خوف کا لباس پہنا دیا یہ اُن اعمال کے
عوض میں تھا جن کے وہ ترک ہوئے تھے

بَابُ التَّحْقِيقِ فِي مَوَاقِفِ الْحَقِيقَاتِ

وضع اصطلاحات

مصنفہ

(مولوی وحید الدین صاحب سلیم پرنسپل عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن)

علوم جدیدہ کو اردو میں منتقل کرنے میں سب سے کڑی منزل اصطلاحات کی
آتی ہے، اصطلاحات کے بننے کا قدرتی طریقہ تو یہ ہے کہ لوگ ان کو اپنے اپنے ذوق و
فہم کے مطابق بناتے یا دوسری زبان سے داخل کرتے ہیں پھر ان میں سے جو اصطلاح
لسانی ”بقا“ اصلح کی بنا پر چل جاتی ہے وہی مقبول و مستند قرار پاتی ہے مثلاً ”یونیورسٹی“
(University) کے لئے بعض لوگوں نے منفعت کا لفظ استعمال کیا اور بعض
نے افادہ کا، افادہ کا لفظ مشتقات وغیرہ کے لئے زیادہ موزون تھا چل گیا اسی طرح
”اکادمی“ یا ”اکنامکس“ کے لئے فلسفہ سیاست، معاشیات، اقتصادیات
وغیرہ کی نام وضع کئے گئے آخر الذکر نے قبول حاصل کر لیا، اول الذکر شاید اپنے واضع
کے قلم سے آگے نہ بڑھ سکا۔

اس میں شک نہیں کہ اصطلاحات کی اصلی نکسال قبول و رواج ہی ہے لیکن جس
زبان کے لئے کوئی اصطلاح بنانی ہے اگر اُس کی عام نوعیت اور نحوی اصول و قواعد
واضع کے پیش نظر ہوں تو بے راہ روی کا کم اندیشہ ہے، زیر تنقید کتاب میں یہی خدمت
انجام دی گئی ہے جن کے مباحث دیباچہ کے الفاظ میں مجنسہ درج ذیل ہیں :-

”اول میں نے اس بات پر بحث کی ہے کہ اصطلاح کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے۔ پھر وضع اصطلاح کے دو مختلف نظریے پیش کئے ہیں جن میں سے ہر ایک کا ماننے والا ایک بڑا گروہ ہے، دو ذون گروہ اپنے اپنے نظریہ کی تائید میں جو دلائل بیان کرتے ہیں، وہ سب وضاحت کے ساتھ درج کر دیئے ہیں آگے چلکر اس امر پر بحث کی گئی ہے کہ اردو زبان جس خاندان السنہ سے تعلق رکھتی ہے اسکا نام آریائی ہے، پھر اس خاندان کی زبانوں میں الفاظ سازی کے جو مشترک اصول پائے جاتے ہیں، ان کو بیان کر کے ہر اصول کے متعلق ادل انگریزی زبان کی کچھ مثالیں اجمالاً درج کی ہیں، پھر اردو زبان کی مثالوں میں اردو الفاظ کا بہت بڑا ذخیرہ جمع کیا گیا ہے، اس تفصیلی بحث کے بعد جس میں اردو زبان کی قدرتی بناوٹ کا خاکہ کھینچا گیا ہے، وہ اصلی اور مرکزی بحث شروع ہوتی ہے، جس کے لئے یہ کتاب تیار کی گئی ہے؛ یعنی وضع اصطلاحات۔ چنانچہ اول مفرد اصطلاحیں وضع کرنے کے اصول بتائے گئے ہیں پھر عملاً اس قسم کی اصطلاحیں وضع کرنے کے طریقے درج کئے گئے ہیں، ان اصولوں اور طریقوں کے بیان کرنے کے بعد ایک نہایت اہم اور دلچسپ بحث اس باب میں کی گئی ہے کہ ہماری زبان میں ترکیب الفاظ کے کون کون سے طریقے پائے جاتے ہیں، اس بحث میں مرکب الفاظ کا جو ذخیرہ درج کیا گیا ہے، وہ نہایت کاہلہ ہے اور ہماری شاعری اور انشا پر داری کا انداز اسی ذخیرہ پر ہے۔

غرض کہ اول سالیقون اور لاحقون کے ذکر میں پھر نیم سالیقون اور نیم لاحقون کے بیان میں مفرد اور مرکب الفاظ کا جو سرمایہ جمع کیا گیا ہے

وہ کہیں ایک جگہ نہیں ملے گا ترکیب الفاظ کے طریقے مندرجہ کرنے کے بعد مرکب اصطلاحیں وضع کرنے کے اصول بیان کئے ہیں، آخر میں ایک ذیل ہے جس میں مرکب اصطلاحات کے بعض اصول کا استعمال مثالیں دے کر بتایا گیا ہے۔“

اصطلاح سازی کے مذکورہ بالا دو گروہوں میں ”ایک کی رائے یہ ہے کہ تمام اصطلاحی الفاظ عربی زبان سے بنائے چاہئیں، دوسرے گروہ کی رائے یہ ہے کہ ان تمام زبانوں سے کام لینا چاہئے، جو اردو میں بطور عنصر کے شامل ہیں (یعنی عربی، فارسی، ہندی، اور ان لفظوں کی ترکیب میں اردو گرامر سے مدد لینا چاہئے) (صفحہ ۷) مصنف نے دو ذون گروہوں کے دلائل الگ الگ بیان کرنے کی زحمت گوارا کی ہے، لیکن ظاہر ہے، کہ گروہ اول کا (اگر ایسا کوئی قابل لحاظ گروہ موجود ہے؟) یہ کلی دعویٰ کہ اردو میں تمام اصطلاحیں عربی ہی زبان سے بنانی چاہئیں، قطعاً ناقابل التفات ہے۔

اس کے بعد اردو زبان کے آریائی ہونے کی بحث کی گئی ہے، یعنی یہ زبان انہی یورپین (انگریزی، فرانسیسی، جرمن وغیرہ) زبانوں کی ہم خاندان ہے، جن کے اصطلاحات علمیہ کے مقابل اصطلاحات سردست ہکو اس میں پیدا کرتے ہیں، آریائی زبانوں کے چار مشترک اصول مستنبط کئے گئے ہیں، جو اردو میں بھی جاری ہے۔

(۱) ایک یہ کہ دو یا دو سے زائد لفظ پاس پاس رکھ دیئے جاتے ہیں، اور ان کے درمیان لفظ ہر کوئی نحوی رابطہ نہیں ہوتا، مثلاً چاند کہن، موم روغن وغیرہ (۲) دوسرا یہ کہ الفاظ میں نحوی رابطہ موجود ہوتا ہے، جیسے چڑیا، چرکٹا وغیرہ (۳) تیسرا یہ کہ

لفظ کے شروع یا آخر میں ایک جز بڑھا دیا جاتا ہے جس سے ایک نیا لفظ بن جاتا ہے، شروع کے جز کو سابقہ (پری فلکس) کہتے ہیں اور آخر کے جز کو لاحقہ (سفلکس) کہتے ہیں، ان پڑھ میں "ان" سابقہ ہے اور جھگرالو میں "لو" لاحقہ ہے (صفحہ ۱۷۱ و ۱۷۲) چوتھا یہ کہ حسب ضرورت ہر لفظ سے فعل بنالیا جاتا ہے مثلاً جھل سے "جھلانا" اور ٹھگ سے "ٹھگنا" وغیرہ۔

تیسرے اصول کو مصنف نے پورے احوال کے ساتھ لکھا ہے، ہندی، فارسی، عربی کے جو سوابق و لواحق اردو میں مستعمل ہیں ان کا مع امثال کے سوا سو صفحات سے زائد کی دست میں استقصا کیا گیا ہے۔

ان بنیادی مباحث کے بعد اصلی بحث وضع اصطلاحات کی شروع ہوتی ہے جس میں اخذ و استنباط سے مفرد و مرکب، اسمی و فعلی، سبقلاحی و غیر سبقلاحی اصطلاحات بنانے کے بہت سے اصول درج کئے گئے ہیں جن لوگوں کو وضع اصطلاحات کی مصیبت سے سابقہ نہیں ہے ان کے لئے اس حصہ کتاب کے مطالب کی تفصیل قطعاً غیر دلچسپ ہوگی لیکن سچ یہ ہے کہ اس حصہ میں مصنف نے تفحص و استقرا کی پوری داد دی ہے جس کا اندازہ کرنے کیلئے جا بجا سے چند مثالوں کا اقتباس کیا جاتا ہے۔

"ہندی اور فارسی کے مرکب لفظ میں اگر پہلے جز کا آخری حرف اور دوسرے جز کا پہلا حرف ایک ہو تو ان دونوں جملہ حروف میں سے ایک گرجاتا ہے حرف علت کی کوئی قید نہیں اس میں حروف صحیح ہی داخل ہیں مثلاً:-

(کچا، آلو) سے کچالو (ناک، کٹا) سے نکٹا (شہد، برات) سے شہرات (صفحہ ۲۳۶)

اردو میں مرکب کے اجزا کو باہم ملائے کا ایک اور عجیب قاعدہ ہے، وہ یہ ہے کہ جب کب کے دوسرے جز میں کوئی حرف علت ساکن ہو تو اس حرف علت سے ماقبل حروف کو حذف کر دیتے ہیں اور پہلے جز کو اس محذوف جز کے ساتھ ملا دیتے ہیں اس قاعدہ سے دونوں جز ملکر ایک جان ہو جاتے ہیں مثلاً

(پھول + تیل) سے پھول تیل (تیل کی ت حذف کر دی۔)
(گڑا + تباکو) سے گڑا کو (صفحہ ۲۳۸)

اس قسم کے اصول مستنبط کر کے کہیں کہیں ان کو جدید الفاظ و اصطلاحات بنانے کے لئے مثلاً چسپان بھی کیا گیا ہے۔ مثلاً

"جب کسی انگریزی مصدر کے مقابل نیا مصدر بنانا ہو تو پہلے اس مصدر کے مادہ کا ترجمہ کر دیکھو اس کے آگے مصادر کی اردو علامات میں سے کوئی علامت لگاؤ مثلاً شیشٹا (قوم میں داخل کرنا) کیلئے قومیانہ (درج رجسٹرڈ) دفتر نامہ وغیرہ (صفحہ ۲۳۹)

(۳) اگر کسی مرکب کے آخر میں کوئی ایسا لفظ ہو جس کے درمیان نون غنہ ہو، تو نون غنہ سے پہلے جو حرف یا حروف ہوں ان سب کو حذف کر دینا چاہئے، اس طرح مرکب کا آخری جز چھوٹا ہو جائیگا، جس کے شروع میں نون غنہ ہوگا اور اس میں پہلے جز کے ساتھ ایک جان ہو کر ملنے کی قابلیت پیدا ہو جائیگی، اور وہ ایک نئے لاحقہ کی شکل اختیار کرے گا، مثلاً

تندیل سے تندیل،

شکجہ سے شکجہ

سنگ سے سنگ

اب ان نے لاحقون سے لفظون کے ملنے کو دیکھو۔

(ذیل، برقی، بجلی کی قندیل، گیس کی قندیل)

(تجہ، تخمینہ، بچون کو دبانے اور ان میں سے تیل نکالنے کا آلہ) پھلجہ (پہلون کو دبانے)

اور ان میں سے عرق نکالنے کا آلہ (صفحہ ۲۸۷)

سبقلاحی الفاظ بنانے کے جو طریقے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، ان میں طریقہ نمبر (ط) کا استعمال عام مرکبات میں بھی ہو سکتا ہے، جسکی چند مثالیں ہم اُس طریقے کے ذیل میں درج کر چکے ہیں، حیوانات اور نباتات میں اس طریقے پر عمل کرنے کی ضرورت افزائش اُٹے کی گزشتہ اصول میں ذیل کے الفاظ اس طریقے پر عمل کرنے کی مثالیں ہیں :-

فارسرہ (حیوانات)، خارپایہ (نباتات)، اُسپادمر (نباتات)، گرپایہ (صفحہ ۲۹۷)

لذان اصول جو اصول نخت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اُس کا استعمال بہت سے مرکب علوم اور آلات وغیرہ کا نام رکھنے میں کیا جاسکتا ہے مثلاً (صفحہ ۲۹۹)

مقنا برقیات - magnetoelectricity

مقنا بصریات - magneto-optics

گرامر کی نوایک نہایت ہی موزون مرکب اصطلاح تراش کر معنیٰ نے خود اسی کتاب میں جلادی ہے، یعنی جو الفاظ سابقون اور لاحقون سے بننے ہیں ان کا نام سبقلاحی (سابقی + لاحق) رکھا ہے۔ لیکن سابق و لاحق سے خالی الفاظ کے لئے سبقلاحی کی جگہ ہماری غیر سبقلاحی زیادہ مناسب ہوگا۔

جو گروہ بات بات پر زبان پکڑتا ہے، اور ہر لفظ کے استعمال کے لئے آتش و

ناسخ کے کلام سے سند چاہتا ہے، وہ "مقنا برقیات" و "سبقلاحی" وغیرہ ترکیبوں کی ایجاد پر نہ صرف خندہ زن ہوگا، بلکہ ان کو قطعی ناجائز قرار دیگا، لیکن جو لوگ علمی باتوں کی وسعت و ضروریات سے آگاہ ہیں، اور جنکو علمی مطالب کی تبیین میں موجودہ اردو کی تنگی کا احساس ہے، وہ یقیناً "وضع اصطلاحات" کے اُن اصول کا نہایت گرم جوشی سے خیر مقدم کریں گے، جسکی بدولت ہم اُسی قسم کے الفاظ و مصطلحات اپنی زبان میں پیدا کر سکتے ہیں، جس قسم کے آج کل کی علمی زبانوں (انگریزی، فرانسیسی، جرمنی وغیرہ) میں رائج ہیں۔

البتہ جدید اصطلاحات کی وضع و تخلیق میں زبان کے محض جوازی اصول و قواعد پر اعتماد کر کے اندھا دہند اختراع ہی درست نہ ہوگا، بلکہ تاہم امکان ہر بدعت، بدعت حسنہ ہونی چاہئے، پابندی اصول کے ساتھ "ذوق سلیم" کی رعایت ضروری ہے، اور جو از اختراع سے صرف اُسی حالت میں فائدہ اُٹھانا چاہئے، جبکہ ضرورت اختراع ناگزیر ہو۔

حضرت سلیم نے بعض جگہ ذوق سلیم سے بے اعتنائی لبرتی ہے، مثلاً یہ مشورہ کہ "بین اسلامک" کا ترجمہ کل اسلامی یا کل مسلم، یا مسلم اور بین اسلامزم کا ترجمہ کل اسلامیست، یا کل مسلمیت، یا کل مسلم اتحاد کیا جائے "شاید مقبول نہ ہو سکے، ممکن ہے کہ کہیں "بین" کے سابقہ کے لئے "کل" کا سابقہ موزون ثابت ہو، لیکن بین اسلامک اور بین اسلامزم کے لئے "اتحاد اسلامی" اور اتحاد اسلام کی ترکیب چلی چکی ہے اسی کو قائم رکھنا چاہئے

علیٰ ہذا جہان یہ دکھلایا گیا کہ سابقون اور لاحقون کی مدد سے ایک لفظ سے

ایک دنیا

دہلی مرحوم کی خاک پر دو آنسو

از

حضرت سالک مرحوم دہلوی

”یاد رفگان“ کا یہ تحفہ ہمارے عنایت فرما مولوی ابوالاعلیٰ مودودی سے ملا ہے

اس سے پہلے بھی وہ اس قسم کی عنایت سعارف پر دیا چکے ہیں۔

روئے جنت میں بھی ہم کر کے بیان دہلی
اسکے مٹنے سے ہوئی عالم بالا کی نمود
کسا پتھر کا ہو دل کس سے سنا جاتا ہے
مختبر غدر سے بھی مٹ نہ سکا اس کا وجود
ہے خدو خال کا عالم وہی ابتک گویا
حسرتوں کا ہے مکینوں کے عجب ہنگامہ
مٹ گئی پھر بھی تو ملتا انہیں دلی کا جواب
ہستے ہیں بخت زلیخا پہ تو یوسف پہ طعن
من مسلوئی کے مزہ سے ہو وہ کیونکر آگاہ
ہوتے ہیں دور کے بس ہول سہا و اعظ
مقدس خلق و نو شاد کی تعریف نہ کر

اس سے ظاہر ہی نہیں خلد بسان دہلی
در نہ تھی رشک فلک شوکت شان دہلی
کون ایسا ہے کہ جو جس سے بیان دہلی
ہے الگ عالم فانی سے جہان دہلی
ہے اسی وقت کی نگہ ہوئی جان دہلی
رہے آباد ابرو کر بھی مکان دہلی
کوئی ڈھونڈ ہے تو اسے پھر ہو گمان دہلی
دیکھ کس تہہ کے ہیں پیرو جوان دہلی
جس نے کہا یا ہی نہو زلہ خوان دہلی
خلد میں کیا ہے؟ نہیں ہی جو میان دہلی
ہمنشین آج بھی دکھلا دوں تیرا دہلی

میں نے دیکھا ہی ملا ایک کو خراپ دار امکا
غالب دتیر و شاقب سے بنا ہے گویا
میں نے چلتی ہوئی دیکھی ہو دکان دہلی
بلیا روں کا محلہ عصفان دہلی
میں کے ہر شعر پہ آنکھیں نہوں کیونکر مٹناک
سالک غمزدہ ہے مرنیہ خوان دہلی

غزل فارسی

مولوی ابوالحسنات ندوی نیر

صبح از خواب چو آن نگرش فغان برخاست
گو یا فتنہ خوابیدہ دوران برخاست
آخر این سوزنہاں چسیت کہ از صحن چمن
لالہ آتش زدہ و شعلہ بدامان برخاست
وہست ای ذوق طرب وقت طرب باز آمد
مژدہ ای جوش جنون ابر بہاران برخاست
دل پر از حسرت و غم چشم پر از اشک رونا
عاشق از بزم جمال تو بسا مان برخاست
عشوہ کا فر کس غارت دین کرد بہ بزم
نیر زہد و زشش از سر ایمان برخاست

مطبوعات جدید

الراي الصحيح في من هو الذنب، حضرت مولانا حمید الدین صاحب فراہی، بی، اے، ان اکابر مفسرین میں داخل ہیں جنکا شمار انجلیوں پر کیا جاسکتا ہے، یہ رسالہ انکی اس مشہور عربی تفسیر کا ایک نکتہ ہو جسکی تدوین و ترتیب میں وہ زمانہ دراز سے مصروف ہیں، اس میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ ذنب دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے، اور اہل کتاب کا یہ دعویٰ کہ حضرت اسحاق ذنب تھے، خود تورات کے رد سے غلط ہے، اسکے ساتھ ہی حضرت اسمعیل کے مسکن، انکی قربانی، جاسے قربانی، (مروہ) قربانی کی مذہب اسلام میں اہمیت، پھر قرآن مجید سے قربانی کا بیان، ذنب کے اوصاف، اور ان سے حضرت اسمعیل کی مطابقت پر نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے، آخر میں علمائے اسلام کے اقوال ذنب کے متعلق درج کئے ہیں اور انکی مختصر طور پر تردید اور تائید کی ہے، یہ رسالہ ۶۸ صفحات پر تمام ہوا ہے، اور بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ اسلام میں اس موضوع پر آج تک اس سے بہتر رسالہ نہیں لکھا گیا، قیمت ۱۰ روپے، کتب خانہ دار المصنفین سے ملیگا۔

سوراج، ہندوستان کے واجب التعلیم پیشوا مہاتما گاندھی نے گجراتی زبان میں ہندوستان کے موجودہ تنزل، اسکے علل و اسباب، اور اسکی ترقی کے وسائل پر مکالمہ کے پیرایہ میں ایک رسالہ لکھا تھا، جسپر بڑی بڑی تحریکوں کی بنیاد پڑی ہے، چنانچہ جنوبی افریقہ میں جو اخلاقی جنگیں شروع ہوئیں ان میں بڑی حد تک اسی کتاب کو دخل تھا اور برعظم ہندوستان کا گوشہ گوشہ جس عظیم الشان تحریک سے گونج رہا ہے اس میں بھی یہی کتاب

دستور العمل کے طور پر سامنے رکھی گئی ہے، کتاب کی مقبولیت اس سے ظاہر ہے کہ اس کا انگریزی، ہندی، مرہٹی، اور ہندوستان کی بہت سی دیسی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا، لیکن اردو زبان کا خزانہ اب تک اسکے عمدہ ترجمہ سے خالی تھا، مولوی سید نجیب اشرف ندوی نے اس کمی کو پورا کر دیا اور اسکا خاصا سلیس ترجمہ کیا ہے، کتاب کی قیمت ۸ روپے، اور محمد امین عبد الحفیظ اعظم گڑھ سے مل سکتی ہے۔

دماغی تربیت، مسٹر جیمس الین نے انگریزی زبان میں فرنالوجی پر ہاؤڈ کلسی دیٹ دی مائنڈ کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی، جس میں ذہن، صحت، ذاتی تربیت، اور انتخاب پیشہ کے متعلق مفید ہدایات درج ہیں، مولوی محمد ذکی صاحب بن مولوی محمد وحسی صاحب مرحوم دہلی کلکٹر نے اس کتاب کا اردو زبان میں سلیس ترجمہ کیا ہے جو ۳۵ صفحات پر ختم ہوا ہے، یہ کتاب اردو میں فرنالوجی پر پہلی کتاب ہے اور دیکھنے کے لائق ہے، قیمت ۷ روپے، مصنف سے اوئندرا، ڈاکخانہ بی بی پور ضلع اعظم گڑھ کے پتہ سے ملیگی۔

خدائی انکم ٹکس، خواجہ حسن نظامی صاحب نے اپنے مخصوص طرز تحریر میں یہ رسالہ لکھا ہے جس میں زکوٰۃ کے فلسفہ، اسکے مصارف اور اسکے تمام جزئیات کا استقصا کیا ہے، اور یہ دکھلایا ہے کہ موجودہ زمانہ میں زکوٰۃ کا بہترین مصرف خلافت اور قومی درگاہیں ہیں، اور اگر انکی امداد میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کر دی جائے تو تمام مصروفین کا حق ادا ہو جائیگا، یہ کتاب خواجہ صاحب نے عین وقت پر لکھی ہے، قیمت ۱۰ روپے، کارکن خواجہ ڈپو دہلی سے ملیگی۔

سمرنامین یونانی مظالم، مسلمانانِ سمرنا کی داستانِ مظلومی اگرچہ متعدد عربی اور انگریزی اخبارات کے کالموں سے ظاہر ہو چکی ہے، تاہم اسکا سب سے زیادہ موثر اور عبرتناک منظر اس روداد میں نظر آتا ہے، جو لاسینی (سوسٹر لینڈ) کی انجمن عثمانی کے دارالاشاعت کی

طرف سے شائع ہوئی ہے، مولوی ابوالاعلیٰ اودودی نے اسکا پرزور ترجمہ کیا اور اس پر مفید مقدمہ لکھا ہے، جو دارالاشاعت سیاسیات مشرقیہ دہلی کی طرف سے طبع کرایا گیا ہے، روداد کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام ممالک اسلامیہ جو خلافت غلطی کے زیر سایہ رہ کر تمدن اسلام کے چہرہ کا آب و رنگ تھے، آج یونان کی سفاکانہ بے رحمیوں کی بدولت ایک تودہ خاکستر بن گئے ہیں، چنانچہ ایدن کی تمام ترکی آبادی زندہ جلا دی گئی ہے اور سمرنا سے نازنی تک ہر قصبہ اور شہر سوختہ سامانی کی ایک مجسم تصویر نظر آ رہا ہے، جسکے ہر تودہ سے دھوئیں کے سیاہ سیاہ بادل اٹھ رہے ہیں، یہ روداد ایک داستان عبرت ہے، جسکا ہر مسلمان کو مطالعہ کرنا ضروری ہے، عام قیمت نہ رہے، لیکن خلافت کمیٹیوں کو لہذا زمین ٹیگی اپتہ دارالاشاعت سیاسیات مشرقیہ سبزی منڈی دہلی،

بصائر، خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی پرنسپل یونیورسٹی علی گڑھ نے اس رسالہ کو تالیف فرمایا ہے، اس میں بنو اسرائیل کے واقعات مذکور ہیں جنکا مقصد یہ ہے کہ اسکو پڑھکر مسلمانوں میں عبرت اور بصیرت پیدا ہو، مصنف کا دعویٰ ہے کہ اس میں قرآن مجید کے بہت سے ایسے پہلو نمایان کئے گئے ہیں جو اب تک لوگوں کی نظروں سے مخفی تھے، یہ دعویٰ اگرچہ صحیح نہیں کہا جاسکتا تاہم اس رسالہ کے مطالعہ سے عام مسلمانوں کو فائدہ ضرور پہنچ سکتا ہے، خواجہ صاحب نے بعض اصول کے قائم کرنے میں تسامح کیا ہے اور بعض عنوانات میں مثال کے طور پر جو آیتیں پیش کی ہیں، انکے دعویٰ کے مطابق نہیں ہیں، رسالہ کی قیمت ۵۷ ہے خواجہ صاحب سے ملے گا۔

انتیغ فی ولادۃ المسیح، گدے پرنسپل کے مطبوعات جدیدہ میں اسکا پتہ رہ گیا متاثرہ یہ ہے، احمد بابا صاحب مخدومی باروت خانہ لاہور۔



مولانا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم، اقوام قرآن میں سرمدین اصحاب لایک، قوم ایوب بنو اخیل اصحاب لیس اصحاب بحر بنو قیدار انصار اور قریش کی تاریخ اور عرب کی تجارت ان اور مذہب پر تفصیلی مباحث صفحہ ۲۵۱

اقوال و افعال کے احوال زندگی قرون اولیٰ کی خانہ جنگی کے اصلی اسباب اور اہل حق و باطل کے عقائد و مناقب و ان کے اجتہادات و کلمات پر تفصیل تبصرہ شفا ص ۱۲۱

انوارت چہرہ، چار جلدیں عربی و فارسی میں، دوسری جلد، طبع دوم

رسالہ دین و دنیا، اجتماعت و تفرقہ، مسند و ملاحضات کے اصولی عقائد کی تحقیق، ۸

پہلے نمبر، اسلام، ۲۱

مولانا عبد السلام ندوی

سیرۃ عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ، اموی خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے تفصیل و تاریخ عمری اور ان کے عہد حکومت کے تمام علمی و سیاسی کارناموں اور ان کے مجددانہ اعمال کی تشریح و توضیح صفحہ ۱۹۱ قیمت ۵۷

مولوی عبد الباقی ندوی

بکے اور اس کا فلسفہ مشہور فلاسفر کے کے حالات زندگی اور اس کے فلسفہ کی تشریح جلد ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲،

منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتمم تاریخ بھوپال
انسان علم خواہ اور لاعلمی کے ابتدائی مسائل سلیس
و عام فہم زبان میں قیمت ۸

رموز فطرت، طبیعات، طبقات ارض، ہیئت اور جغرافیہ
طبعی کے ابتدائی مسائل عام فہم اور سلیس عبارت میں غیر

منشی محمد امین صاحب مہتمم تاریخ بھوپال
ہیکڑت بھوپال، مصور و مجلد سے

گیارہ حصے، اخلاقی، معاشرتی و مذہبی
نصحت پیمبر عربی، فارسی و اردو کی چند نقدیہ نظر کا مجموعہ

پروفیسر محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی
الاستلال، اس میں علم منطق کے اصول نہایت خوبی سے دی گئی

کیسٹا سلیس زبان و سہل طریقہ سے بیان کیے گئے ہیں صفحہ ۲۰۱ سے
الانسان اس میں انسان کے تمام قوار نفسانی و جسمانی اور
نصوصیات طبی کی علمی تشریح کی گئی ہے صفحہ ۱۲ قیمت ۵
مولانا سید عبدالغنی صاحب ناظم مدرّۃ العلما
نور الایمان سوال جواب کے پیرا پیرا میں جو کہ فخر علی گڑھ اسلام کی تعلیم
یا دایام گجرات کی اسلامی تاریخ کے مختلف پہلو دکھائے گئے
ہیں وہاں کے امراء و وزراء علما اور مشائخ کے حالات
اور علوم و فنون کی ترقی غایت تاریخی تحقیق تفصیل سے
لکھی گئی ہے صفحہ ۴۴ قیمت ۴

قواعد رکنیت و لمصنفین ترجمیم جلد

۱۔ ہر شخص جو مصنفین کو آکر کثرت ادا کرے گا وہ رکن دائمی قرار دیا جائیگا، اور وقت رکنیت سے مصنفین کی تمام
مطبوعات ماہانہ و سالانہ اس کے ہدیہ دی جائیں گی،

۲۔ جو مصنفین کو عشرہ سالانہ ادا کرے گا وہ اول رکن اعانت ہوگا اور اس کو سال بھر تک مجلس کا ماہوار رسالہ
(معارف) اور سال کی تمام مطبوعات بلا قیمت نذر کی جائیں گی،

۳۔ عشرہ سالانہ ادا کرے گا، دوم رکن اعانت ہوگا، اس کو معارف بلا قیمت و دیگر مطبوعات نصف قیمت پر دی جائیں گی،

معارف

۱۔ معارف کی سالانہ قیمت ۴۰ روپے، ہر دو قیمت ۲۰ روپے، تیسری قیمت ۱۰ روپے، چوتھی قیمت ۵ روپے، (۳) رسالہ ہر ماہ کے آخر
میں شائع ہو جاتا ہے، اس میں قلم ناما خیرین ہوتی، اگر کسی صاحب کے پاس ۳۰ تاریخ تک پہنچے تو دوسرے مہینے کے پہلے

ہفتہ تک اطلاع دین درند بعد کو اگرچہ قیمت بجا جائیگا، ہندوستان کے باہر کے خریدار دوسرے مہینے کی خیر تاریخ تک پہنچ کر
۲۔ خریدار ملن معارف خیرین خط و کتابت میں اپنا پتہ خریداری ضرور تحریر کریں، رتبہ میں وقت ادباً اوقات مجبوری ہوتی ہوں

۳۔ قلمی جنہوں کو کتابت کی یا تحفہ قیمت کی مدد خیرین آتی ہیں انہیں ہر کتاب کی تعمیل کی قدرت نہیں۔
محمد علی ندوی